216—11

210 Pages

کشمیر بزمِ ادب کا ترجمان

جگر پارہ

۸۸
۷۶
۱۲

گلریز

اگست ۱۹۵۳ء

مطبوعہ: [illegible] پریس سرینگر

کشمیر بزمِ ادب کا ترجمان

ماہنامہ

گُل ریز

سرینگر

جلد ۱ • نمبر ۱۰

اگست سنہ ۱۹۵۳ء

بانی:- میرزا عارف

نظم و ترتیب:- پروفیسر حاجنی

مُدیر و پبلشر:- محمد صدیق کبروی

بدل اشتراک ۵ روپے

فی پرچہ ۸ آنے

مُندرجات

کتاب الطواسین	پروفیسر حاجنی	۲
تبصرہ	محمد امین بچھ	۱۰
پانپور میں ایک شام	شیدا کاشمیری	۱۵
جانِ تغزل	حیرت کابلی	۱۶
چہل اسرار معہ ترجمہ		۱۷
مسدس حالی	مولانا حالی	۱۹
آبشارِ اہربل	میرزا عارف	۲۳
غزل	محی الدین نواز	۲۷
آمد	وہاب حاجن	۲۸
غزل	غلام نبی عارض	۲۹
یادِ رفتگاں	کرم بلند	۳۰
"	جمعہ شاہ	
گریس سُند گھرہ	پروفیسر حاجنی	۳۲

(محمد صدیق کبروی پرنٹر پبلشر نے کشمیر مرکنٹائل پریس ریزیڈنسی روڈ میں چھپوا کر دفتر رسالہ "گُل ریز" لال چوک امیرا کدل سرینگر سے شایع کیا)

کتابُ الطواسین

(مصنّفہ الحلاج)

طاسین السراج

قَالَ رضی اللہ عنہُ :- طس سِرَاجٌ مِنْ نُورِ الْغَیْبِ۔ وَبَدَا وَعَادَ وَ جَاوَزَ السِّرَاجَ وَسَادَ۔ قَمَرٌ تَجَلّٰی مِنْ بَیْنِ الْاَقْمَارِ بُرْجُہٗ فِی فَلَکِ الْاَسْرَارِ سَمَّاہُ الْحَقُّ "اُمِّیًّا" لِجَمْعِ ھِمَّتِہٖ وَ "حَرَمِیًّا" لِعِظَمِ نِعْمَتِہٖ۔ وَ "مَکِّیًّا" لِتَمْکِیْنِہٖ عِنْدَ قُرْبِہٖ۔

قَال :- ابوالمغیث الحسین بن منصور الحلاج البغدادی (متوفی سنہ ۳۲۷ھ) نے فرمایا :-

کتاب الطواسین کے اندازِ تحریر سے پتہ چلتا ہے کہ منصور نے خود یہ کتاب نہیں لکھی ہے بلکہ یہ منصور کے اُن اقوال کا مجموعہ ہے جو اُس نے عالمِ وجد میں کہے ہیں اور اُس کے مُریدوں نے جمع کر کے ان کو کتابی صورت میں قلم بند کر دیا ہے۔ کیوں کہ جیسا کہ آگے چل کر معلوم ہو گا، پُوری کتاب کا مربوط المضامین ہونا تو درکنار ہر ایک طس میں مختلف اقوال الگ الگ نمبروار درج ہیں جو ایک با ارادہ مصنّف کا طریقہ تصنیف نہیں۔

طس :- حروف مقطعات سے ہیں۔ کلام اللہ کی اُنتیس سورتوں کی ابتدا میں حروف مقطعات کا استعمال ہوا ہے۔ ان میں بعض یک حرفی مثلاً ص۔ ق۔ ن۔ بعض دو حرفی مثلاً طہٰ۔ یٰس۔ طس۔ بعض سہ حرفی مثلاً الم۔ بعض چار حرفی مثلاً المص۔ المرا۔ بعض پنج حرفی مثلاً حم عسق ہیں۔ ان کی وسیع تفسیر میں سے طس کی بہترین اور برمحل تشریح "طورِ سینا کی وحی" کی گئی ہے اور طور کی تجلّی ریزی کے اتباع میں منصور الحلاج کی تصنیف کا نام "کتاب الطواسین" رکھا گیا ہے۔ طواسین طس طہٰ طسم کے مجموعہ کا نام ہے۔ حکیم الامت علامہ اقبال علیہ الرحمۃ نے بھی طس کے کسی ایسے ہی مفہوم کو پسند کر کے جاوید نامہ میں طس کے کئی عنوان باندھے ہیں۔

سراج :- چراغ۔ وہ چراغ جس کا منبع نُور وہی ہے جو طورِ سینا کی تجلّی کا تھا۔ یعنی وہ چراغ جو عام چراغوں کی طرح مادی وسائل کا محتاج نہ ہو۔ بلکہ ابدی ضیا پاشی کا کفیل ہو۔

نُور :- روشنی

مادہ جب غیر منظم حالت میں تھا۔ اس کے اندر تشویش و اختلال کی سبب پیدائش کی صلاحیت نہ تھی۔ یونانی زبان میں اس کو کیاس (CHAOS) کہتے ہیں۔ عربی میں اس کا ترجمہ "عماء" کیا گیا ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک قول سے ماخوذ ہے جب کہ ایک مرتبہ کسی نے آنحضور صلعم سے پوچھا۔ "آسمان و زمین کی پیدائش سے پہلے ہم

کہاں تھے۔ فرمایا۔ "فی عماءً"۔ عالم عماء سے گذر کر مادہ منظم ہونے لگا۔ اور مختلف مدارج ارتقا کے بعد متقدمین کی اصطلاح میں دخانی، سیّال یا منجمد صورت اختیار کی لیکن طبعیات جدیدہ کا انکشاف ہے کہ مادہ کی چوتھی قسم بھی لامع (RADIANT) ہے جس کو ایک الگ حیثیت حاصل ہے (دراصل یہ چاروں قسمیں توانائی کی مختلف حالتیں ہیں اور توانائی کا انحصار داخلی حرکت پر ہے۔ داخلی حرکت میں ایک رمز پنہاں ہے جس کی تشریح آگے آئے گی) لامع مادہ یعنی نور کی نوعیت کے متعلق عصر جدید کی طبعیت میں دو نظریے ہیں۔ ذراتی (CORPUSCULER) اور اہتزازی۔ اگر ہم کتاب پیدائش کی پہلی آیت کو اسی نور سے متعلق قرار دیں تو ثابت ہوتا ہے کہ عماء کی تنظیم لامع حالت سے شروع ہوئی۔ دونوں نظریوں کے پیش نظر نور کی سب سے اہم خصوصیت "رفتار" ہے۔ جدید تجربات کی رُو سے کوئی مادی چیز رفتارِ نور (۱۸۶۲۸۴ میل فی سکنڈ) اختیار نہیں کر سکے گی۔ بالفاظ دیگر رفتارِ نور سے ہی مادی قوا کی تحدید ہوتی ہے اور جو چیز ایک معینہ حد سے آگے نہ بڑھ سکے۔ وہ نہ صرف متکلمین کی اصطلاح میں مخلوق ہے، بلکہ عالم مجاز کی رہینِ منت۔

غیر مادی نور جس کی وضاحت منصور الحلاج کا مسلک رہا ہے، شعوری کیفیات سے عبارت ہے۔ عام مفہوم میں اس کا ظہور اُس وجدان سے شروع ہوتا ہے جہاں مادی نور کی بلند ترین خصوصیت یعنی "رفتار" اوّلین ماحصل ہے یعنی ؎

وادیٔ عشق بسے دُور و دراز است ولے ۔ طے شود جادۂ صد سالہ بآہے گاہے......

عربی زبان میں علی العموم کسبی روشنی کو "نور" اور ذاتی روشنی کو ضیاءؔ کہا جاتا ہے لیکن غور کرنے پر معلوم ہوگا کہ چراغ کی روشنی میں نور اور ضیاء دونوں کا امکان ہے۔

الغیب:۔ علمائے عالمِ غیب کی طویل تفسیر لکھی ہے اور عام مفسرین کا اتفاق ہے کہ ہر علم میں جہاں عقلِ انسانی اوجِ کمال تک پہنچ کر آگے بڑھنے سے عاجز نظر آئے۔ اسی معقولی مقام سے غیب کی سرحد شروع ہوتی ہے۔ اس طرح علوم کی وُسعت کے ساتھ ساتھ عالم غیب کی حد بندی بھی بدلتی رہتی ہے، خواہ یہ علوم عقلی ہوں یا نقلی، شرعی ہوں یا غیر شرعی، نظریاتی ہوں یا عملی، متقدمین اسی تعمیم کی بنا پر حواسِ خمسہ سے ماوراء کائنات کو غیب سے شمار کرتے تھے لیکن آج کل کے تجزیاتی فلسفہ کے پیش نظر تحت الشعوری حصّہ ادراک بھی اسی عالم میں شمار ہو سکتا ہے۔ ہاں متقدمین میں سے بعض بزرگ حواسِ خمسہ کے مدرکات کو بھی ناقابلِ اعتبار قرار دے کر ؎

ہے غیب غیب جس کو سمجھتے ہیں ہم شہود ۔ ہیں خواب میں ہنوز جو جاگے ہیں خواب میں

کے قائل رہے ہیں لیکن یہ آریائی تصوّرِ حیات کا شاخسانہ ہے جس کو اسلامی تصوّف سے دُور کا بھی واسطہ نہیں کیونکہ موخر الذکر کا دعویٰ ہے کہ عینیت کی پیش کردہ یہ تاویل تخلیقی مقاصد کو کالعدم کر دیتی ہے۔ بالفاظ دیگر جب تحت الشعور اور ماوراء الشعور مدرکات کو عالمِ غیب کا حصہ مان کر ہم شعوری حصۂ ادراک کو بھی اسی عالم (غیب) میں شمار کریں تو باقی رہتا ہی کیا ہے جس کے لئے انسان خلافت الارض کا دعویٰ کرے۔ اسی لئے حکیم الامت علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:۔ ؎

تو چشم بستی و گفتی کہ ایں جہاں خواب است　　کشائے چشم کہ ایں خواب خواب بیداری است

خواب بہر حال ہے؟

لہٰذا اُن متصوفین کا اندازِ فکر جو عجمی فلسفہ کی دل آویزیوں میں محصور نہ ہو سکے، ارتقائی رہا ہے جہاں غیب کی تعبیر کسی ایسے حیات پرور آئیڈیل (IDEAL) سے کی گئی ہے جس کی طرف کائناتی ارتقا کا رُخ ہے، اسی لئے عام اصطلاح میں صوفیا کے نزدیک نور الغیب سے ذاتِ باری کی تجلّی ریزی مراد لی گئی ہے جس کا مظہر اتم "چراغِ مصطفوی" ہے۔

اگست ۱۹۵۳ء

گل ریز سرینگر

خدا اندر قیاس ما نگنجد ۔ شناس آنرا گو گوید ما عرفناک

مدل أ: ظاہر ہوا۔ ظہور کے متعلق بھی اختلاف رائے ہے ۔ عام لوگوں نے شہود اور غیب کی جو حدبندی مقرر کر لی ہے وہ محققین کے نزدیک جیسا کہ اُوپر اشارہ کیا گیا، اضافی نوعیت کی ہے ۔ اسی لیے مدارج شعور کے ارتقا کے ساتھ ظہور کا مفہوم بھی (مادی اور رُوحانی دونوں عالموں میں) بدلتا رہتا ہے ۔ مثلاً طبعیاتِ قدیمہ میں جوہر اور اس کی ماہیئت کے متعلق وہ تمام معلومات جو آج (SUB..ATOMIC DYNAMICS) میں عام ہو چکے ہیں محض اس لئے غیب میں شمار ہوتی تھیں کہ پُرانے زمانے میں عقل نے جوہر کے تجزیہ پر اپنی شکست کا اعتراف کر لیا تھا ۔ ہو بہو جس طرح نفسِ لوّامہ سے گذرنے والا سالک نفسِ مطمئنہ کو محسوس نہ کر سکے۔ اسی لئے اہلِ سلوک کا ابتدا ہی سے دعویٰ رہا ہے کہ جو کچھ وہ دیکھ سکتے ہیں وہ اگرچہ عام شعور کے لئے غیب کا درجہ رکھتا ہے لیکن وہ ان کے لیے بالمشاہدہ موجود ہے، لہذا منصور الحلاج جب "ظاہر ہوا" کہے تو اس ظہور کو عام ظہور سے ممتاز ماننا پڑے گا، بالخصوص جب چراغِ مصطفوی کے ظہور سے بحث ہو کیونکہ ؎

مردِ مومن در نسازد با صفات ۔ مصطفیٰ راضی نشد الا بذات

چیست معراج؟ آرزوئے شاہدے ۔ امتحانے رُوبروئے شاہدے

ترجمہ ہے :۔ "غیب کی روشنی نمودار ہوئی ۔" عالمِ آب و گِل میں ہمارا روز کا مشاہدہ ہے کہ ؎

حلقہ زد نور تا گردید چشم ۔ از تلاشِ جلوہ ہا جنبید چشم

لیکن جب تنویری فعل عالم الیقین سے متعلق ہو تو ہمارے وہ اقدار جو چار امتدادی زمان و مکان کے تصور نے پیدا کر دیئے ہیں بالکل بدل جاتے ہیں ؎

اصلِ وقت از گردشِ خورشید نیست ۔ وقت جاوید است و خور جاوید نیست

وقت ما کو اوّل و آخر ندید ۔ از خیابانِ ضمیرِ ما دمید

چنانچہ حضرت ذوالنون رضؓ کا ارشاد ہے کہ "جسے آنکھ دیکھتی ہے وہ علم کے ساتھ منسوب ہے اور جسے قلب سمجھتا ہے اُسے یقین کہتے ہیں۔" صاحب خلاصۃ السلوک اس خیال کی وضاحت میں فرماتے ہیں "کشفِ قلب سے غیب کا مشاہدہ یقین کہلاتا ہے اور یقین کی تین قسمیں ہیں ۔ علم الیقین ، عین الیقین اور حق الیقین ۔ حق الیقین اُسی وقت حاصل ہو گا جب مشاہدہ و معائنہ سے معرفتِ خداوندی حاصل ہو ۔" اسی بنا پر اہلِ سلوک کا دعویٰ ہے کہ ان کا مشاہدہ اور معائنہ عام مشاہدہ و معائنہ سے مختلف ہے لہذا "مدل أ" (ظاہر ہوا) ان ہی کے مشاہدہ سے متعلق ہے۔

چراغِ مصطفوی کی ضوفشانی پر متقدمین میں سے چند علمائے نے آیہ "وَتَقَلُّبَكَ فِي السَّاجِدِينَ" کی تفسیر میں ایک رائے یہ بھی پیش کی ہے کہ نور الغیب ؎ شعلہ ہائے او صد ابراہیم سوخت ۔ تا چراغِ یک محمد بر فروخت ۔ جس سے یہ اشارہ ملتا ہے کہ ازل سے ؎ عشق اندر جستجو افتاد و آدم حاصل است ۔ جلوہ او آشکار از پردہ آب و گِل است ۔ یہاں تک کہ مکہ سے سِراجاً مُنِيراً طلوع ہوا، اور ؎ تا دمم او آتشے از گِل کشود ۔ تودہ ہائے خاک را آدم نمود

مگر نور الغیب کا یہ تاریخی ظہور ابولہب کی بصارت کے لئے سحر و افسوں۔

(ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا امروز ۔ چراغِ مصطفوی سے شرارِ بولہبی)

اور صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بصیرت کے لئے حق الیقین کا ذریعہ

(چشمِ احمد بر ابوبکرے زدہ ——— او ز یک تصدیق صدیق آمدہ)

کیوں ثابت ہوا؟ شاید اس لئے کہ ابولہب بدن کے لوازم سے واقف تھا اور صدیق اکبر رضؓ حیات کے پوشیدہ رمز سے آشنا ؎

بجان پوشیدہ رمز کائنات است　　بدن حالے ز احوالِ حیات است

اس طرح آج تک چراغِ مصطفوی کی تجلّی کا مشاہدہ ان ہی دو انتہائی نکتوں (ابولہبیت اور صدیقیت) کے درمیان محدود رہا ہے۔ اس حدبندی کے اندر جب منصور الحلاج "بدأ" کہتا ہے تو اُس کا مشاہدہ بزبانِ حال شہادت دیتا ہے ؎

اے ظہورِ تو شبابِ زندگی　　جلوہ ات تعبیرِ خوابِ زندگی

عَادَ - واپس آیا۔ روانگی کی جگہ اختیار کی۔ یعنی جب نُور الغیب اپنے مظہرِ اعلیٰ میں "نُورٌ عَلیٰ نُور" ہو کر جلوہ گر ہوا تو گویا غیبیت عین ظہور بن گئی۔ جس طرح دائرے کا انتہائی نقطۂ سفر ابتدائی نقطہ کے ساتھ واصل ہوتا ہے یا جس طرح طبعیات جدیدہ کی رُو سے مادی نور دورانِ سفر میں ۱۸۶۲۸۴ میل فی سیکنڈ سفر کے باوجود خود بخود انحنا (CURVATURE) اختیار کر کے روانگی کے مقام تک واپس آتا ہے اسی طرح چراغِ مصطفوی کی آفاقی ضیا پوشی "مقصدِ حرفِ کُن فکان" ثابت ہوئی اور یہی مفہوم جاوز السراج و ساد سے مترشح ہوتا ہے۔ جَاوَزَ السِّرَاج - چراغ کے (طبعی مفہوم سے) آگے بڑھا۔

مماثلت سے چونکہ چند نقائص کا احتمال ہے جن سے چراغِ مصطفوی کو کوئی نسبت نہیں، اس لئے تمثیل کو وسعت دی۔ مثلاً مادی تنویر کی ایک معیّنہ رفتار ہے۔ اس کو ایک آفاقی واسطہ (میڈیم) کی ضرورت ہے۔ دورانِ سفر میں اس پر کئی طبعی واردات مثلاً انکسار، انحنا وغیرہ سے مفر نہیں۔ اس کی اہتزازی کیفیت محسوسات میں سے ہے اور اس میں یہ امکان بھی ہے کہ دو مختلف السمت روشنیوں کی ٹکر سے تاریکی پیدا ہو جائے۔ اس قسم کے تمام لوازم سے چراغِ مصطفوی بے نیاز ہے۔ کیونکہ اس کا مبدأ ہی وہ لامتناہی ضیا آفرین قدرت ہے جس کے مقابل پر عالمِ آب و گل کی ہر چیز یہاں تک کہ مادی نور کی ہر نوع تاریک ہے۔ اسی لامکانی نسبت کی سبب چراغ کی نور افشانی صرف ایک حسی مثال سے زیادہ کارآمد ثابت نہیں ہو سکتی ؎

یعنی آں شمعِ شبستانِ وجود　　بود در دُنیا و از دُنیا نبود

سَادَ - سردار (کونین) بنا۔

کلام اللہ کی آیت　وَلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ (ہر قوم کے لئے ایک ہادی ہے) کے پیشِ نظر ہر قوم کے بلند ترین شعور کا مجسّم پیکر اس قوم کا ہادی ہے اور دوسری آیت　وَجِئْنَا بِكَ عَلَىٰ هَٰؤُلَاءِ شَهِيدًا (اور ہم آپ کو ان تمام ہادیوں پر بطورِ شاہد لائیں گے) کی رُو سے زمرۂ انبیاؑ کے نبوی ارتقا کی آخری منزل چراغِ مصطفوی کی ضیا باری ہے، جس میں تمام انوارِ انبیاؑ مجتمع ہیں ؎

طور موجے از غبارِ خانہ اش　　کعبہ را بیت الحرم کاشانہ اش

کمتر از آنے ز اوقاتش ابد　　کاسب افزائش از ذاتش ابد　... ...

اس طرح الحلاج کے پہلے جملے میں اُس کا پورا مسلک مرکوز ہوا۔ باقی کتاب گویا اسی ایک جملے کی توضیح و تشریح ہے۔

قَمَرٌ تَجَلّٰی مِنْ بَیْنِ الْاَقْمَارِ

(چراغِ مصطفوی) ایک چاند (کے مانند) ہے جو (باقی) چاندوں کے بیچوں بیچ تجلّی ریز ہوا۔

قَمَرٌ - یوں تو اسی سیّارے کا نام ہے جس کے ذریعہ سورج کی روشنی کا پرتو ہم تک پہنچ جاتا

ہے لیکن علمائے تصوّف علی العموم عارف کے دل کو چاند سے تشبیہہ دیتے ہیں۔ اس لئے کہ انوارِ قدسی اسی دل سے منعکس ہو کر بندگانِ خدا کی رہنمائی کا باعث ہوتے ہیں۔ اس لئے کہ جب تاریکیوں کی لپیٹ میں آکر دنیا پر ایک بھیانک رات کا سماں طاری ہوتا ہے اسی وقت چاند کی ضرورت کو زیادہ شدّت کے ساتھ محسوس کیا جاتا ہے اور اس لئے کہ چاند کا نور ایک نادیدنی نور (آفتاب) کے وجود کا شاہد ہے جس پر حیات کا انحصار ہے لیکن عالم گیر احاطہ کی استعداد کے باوجود رات کے وقت نظروں سے اوجھل رہتا ہے۔

پنہاں بہ ذرّہ ذرّہ و ناآشنا ہنوز　　پیدا چو ماہتاب و بآغوش کاخ و کوست

تجلّی ۔ بقولِ شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ بعض صوفیہ نے کہا ہے کہ "تجلّی پردہ ہائے بشریت کا اٹھنا ہے نہ کہ ذاتِ عزّ و جل کے ساتھ متلوّن ہونا (اس کی ضد) استتار ہے جس کے معنی ہیں بشریت تیرے اور شہود و غیب کے درمیان حائل ہو۔" اس طرح مہتابِ مصطفوی کے تجلّی ریز ہونے سے مراد یہ ہے کہ آنحضور کا قول مَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ بَلْ هُوَ وَحْيٌ يُوحَىٰ　اور فعل إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ　کا نمونہ بن کر منصبِ نبوّت پر جلوہ فگن ہوئے۔

مِنْ بَيْنِ الْأَقْمَارِ ۔ اقمار سے مراد باقی انبیائے کرام ہیں۔ اور یہ قاعدہ ہے کہ تنویری مراکز میں سے سب سے زیادہ توانائی رکھنے والا مرکز باقی مرکزوں پر سبقت لیتا ہے، ان کی روشنی کو مات کر دیتا ہے اور وہ نابود سے معلوم ہوتے ہیں۔ چناں چہ کلام اللہ میں آیت فَإِذَا النُّجُومُ طُمِسَتْ سے اس قاعدے کی وضاحت کی گئی ہے۔　بعض مفسروں نے اس کی تفسیر میں لکھا ہے کہ یہ آیت تمثیلی رنگ میں نبوّتِ محمدیہ کی طرف اشارہ ہے جس طرح سورج کی روشنی کے سامنے باقی تارے ماند پڑتے ہیں اور باوجود ہو کر بے وجود معلوم ہوتے ہیں اسی طرح فاران سے جو آفتابِ نبوّت طلوع ہوا تو انبیائے سابقین دن کے ستاروں کی طرح نابود نظر آنے لگے

شش جہت روشن ز تابِ روی تو　　ترک و تاجیک و عرب ہندوی تو
از تو بالا پایۂ ایں کائنات　　فقرِ تو سرمایۂ ایں کائنات
در جہاں شمعِ حیات افروختی　　بندگاں را خواجگی آموختی

بُرْجُهُ فِي فَلَكِ الْأَسْرَارِ ۔ اس (چاند) کا برج فلکِ اسرار میں ہے۔

کلدانی پروہتوں سے لے کر آج تک علمائے ہیئت آسمانِ دنیا کو بارہ برجوں میں منقسم خیال کرتے آئے ہیں اور اہلِ زمین چاند کو ہر ماہ ان بارہ برجوں میں سے گزرتا ہوا دیکھ رہے ہیں۔ یہ نورِ مصطفیٰ کی کائناتی وسعت اور ہمہ گیری کی طرف اشارہ ہے کہ چراغِ مصطفوی کو چاند سے تشبیہہ دی گئی۔ ورنہ واقعہ یہ ہے کہ الحلاج اس چاند کے برج کو فلکِ اسرار میں تصوّر کرتے ہیں، نہ کہ آسمانِ دنیا میں۔

فلک ۔ عام طور جسمِ مستدیر یا سطحِ مستدیر یا دائرے کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے لیکن

علمائے ہیئت اجرام سماوی کے کسی ایک مدار یا خلا کو بھی فلک سے موسوم کرتے ہیں۔ از منۂ وسطیٰ کے ہیئت دانوں نے یونانی نظامِ افلاک کی پیروی میں ہر سیارے اور ہر ستارے کے لئے الگ الگ فلک معین کر لئے بلکہ چند ایک اجرام سماوی کے لئے متعدد افلاک وضع کر لئے جن میں سے حرکت وغیرہ کے پیش نظر ۲۴ افلاک معیاری حیثیت پا چکے۔ اول الفلک الاعلیٰ دوئم فلک البروج اور پھر نظام شمسی کے بائیس (زحل ۳، مشتری ۳، مریخ ۳، سورج ۲، زہرہ ۳، عطارد ۴ اور چاند ۴) چاند کے چار افلاک میں سے ملّایات کے تین اور چوتھا الجوزہر موسوم ہوا۔ کلدانیوں کی تربیت گاہ یعنی عراق میں الحلاج علم ہیئت کی اصطلاحات کو تصوف میں کھینچ کر فلک الاسرار کی ترکیب اختراع کرتا ہے جو شاید ذیل کے لطیف انکشاف کی طرف اشارہ ہے۔

الاسرار۔ السِّر (راز) کی جمع ہے۔ سِر کے معنی چھپی ہوئی بات یا کیفیت ہے۔ حضرت ابن عباسؓ نے فَاِنَّهٗ یَعْلَمُ السِّرَّ وَاَخْفٰی کی تفسیر میں فرمایا ہے کہ "سِر وہ راز ہے جو دل میں چھپا کر رکھا جائے اور اخفی وہ راز جس کو خود آدمی بھی نہیں جانتا ہے۔" ضحاکؒ کا قول اسی مفہوم کا حامل ہے یعنی "دل میں جو بات پیدا ہو جائے وہ سِر اور جس کا خیال بھی نہ آیا ہو وہ اخفی ہے۔" گویا فلک الاسرار تک قرب کا ایک درجہ ہے جو نبوّت کے ذریعہ حاصل ہو سکتا ہے اور اس سے آگے عالم غیب کی وہ سرحد شروع ہوتی ہے جس کے متعلق لَا یَعْلَمُ غَیْبَهٗ اِلَّا هُوَ کا ارشاد وارد ہوا ہے۔ کلام اللہ میں اس غیب دانی کی تائید اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رُّسُلِهٖ کے استثنا سے ہوتی ہے ؎

ہستیٔ او می کند تفسیر غیب می شود دیباچہ تسخیر غیب

سَمَّاهُ الْحَقُّ اُمِّيًّا لِجَمْعِ هِمَّتِهٖ

الحق نے اُن کی ہمّت کے اجتماع کی سبب ان کا نام اُمّی رکھا۔

الحقّ۔ بمعنی حقیقت۔ حقیقت کی تعریف میں جناب شیخ عبدالقادر جیلانی رضؓ نے فرمایا ہے کہ "اس کی ضد اس کے منافی نہ ہو اور مقابلہ کے وقت اس کا منافی باطل اور فنا ہو جائے۔" بالفاظ دیگر حق وہ ہے جس میں اضافیت نہ ہو بلکہ مطلق ہو۔ حقیقتِ مطلقہ کی طلب کی خاطر جو اُمنگ قلب انسان میں پیدا ہوتی ہے وہ شعورِ مذہبی کی جان ہے۔ صوفیائے اسی اُمنگ کو عشق سے تعبیر کرتے ہیں اور الحلاج کا شہرۂ آفاق دعویٰ دراصل ؎

از نگاہِ عشق خارا شق بود عشق حق آخر سراپا حق بود

کا اعلان عام ہے۔

اُمّی۔ سورۂ اعراف میں اَلَّذِیْنَ یَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِیَّ الْاُمِّیَّ الخ آیت کے ملحق امّی خطاب کا تکرار وارد ہوا ہے۔ "آپ کہہ دیجئے کہ اے لوگو میں تم سب کی طرف اس اللہ کا بھیجا ہوا ہوں جس کی بادشاہی تمام آسمانوں اور زمین میں ہے۔ اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، وہی زندگی دیتا ہے اور وہی موت لاتا ہے، سو اللہ پر ایمان لاؤ اور اس کے امّی نبی پر جو اللہ پر اور اس کے احکام پر ایمان رکھتے ہیں اور ان کا اتباع کرو تاکہ

تم ہدایت پاسکو۔" مفسرین نے اُمّی کی تفسیر میں کئی رائیں پیش کی ہیں۔ بعض کا خیال ہے کہ "امّ القریٰ" (مکّہ) کی طرف نسبت ہے جو تمام عالم کی ہدایت کا سرچشمہ ثابت ہوا۔ دوسری رائے یہ ہے کہ "اُمّ" سے صفتِ نسبتی ہے یعنی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی معاصی سے اسی طرح صاف و پاک رہی جس طرح اگر بچہ ولادت کے وقت تمام گناہوں سے پاک ہو کر دنیا میں وارد ہوتا ہے۔ تیسری اور مقبولِ عام رائے یہ ہے کہ اُمّی وہ ہے جو نہ لکھنا جانتا ہو اور نہ پڑھنا۔ تاریخ گواہ ہے کہ آنحضور صلعم نے نوشت و خواند میں کسی کی شاگردی نہیں کی اور دنیا کے کسی معلّم کے مرہونِ منّت نہ ہو کر بھی مخزنِ علوم ثابت ہو گئے۔ لیکن الحلاج نے امّی کے اس لغوی معنی کو ترجیح دی ہے کہ آنحضور صلعم چونکہ قوّتِ قدسی کی بدولت سید المرسلین کے منصب پر فائز ہوئے اس لئے ان میں تمام قوّتوں کا اجتماع ہوا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ―

پنجۂ او پنجۂ حق می شود   ماہ از انگشتِ او شق می شود
در خصوماتِ جہاں گردد حکم   تابعِ فرمانِ او دارا و جم

وَحَرَمِيُّهَا لِعِظَمِ نِعْمَتِهِ

اور (الحق نے) ان کی نعمت کی عظمت کے سبب (ان کا نام) حرمی رکھا

حرمی۔ حرم پاک کی طرف نسبت ہے۔ الحلاج کے معنی ہیں صاحب اکرام و تعظیم۔ نعت کی عظمت اس تاریخی واقعہ پر مبنی ہے کہ بیت الاوثان کو بیت اللہ بنا دیا گیا اور غیراللہ کی حکومت کا ہمیشہ کے لئے خاتمہ کر دیا۔ نیابت الٰہیہ کے قیام کے لئے انبیائے سابقین علیہم السلام نے جو اولین مہم کا کام انجام لایا تھا اور اب آخری دفعہ اس مشن کی تکمیل کا اعلان "اَلْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ" کی آیت سے کیا گیا۔ اس آیت کے نزول سے لے کر قیامت تک فرزندانِ توحید کی ہر مدح آنجناب صلعم کے لئے معنون ہوگی، جن کی تقلید سے ہر مردِ مومن ―

پختہ سازد فطرتِ ہر خام را   از حرم بیروں کند اصنام را
ہمچو مشاطۂ جہان بود و گل   روید از کشتِ خیالِ او چو گل

وَمَكِّيُّهَا لِتَمْكِينِهِ عِنْدَ قُرْبِهِ

اور الحق نے ان کو "مکیا" سے موسوم کیا، بسبب اس قدرت کے جو ان کو قربِ الٰہی سے حاصل ہوئی

مکیا۔ مکہ معظمہ کی طرف نسبت ہے۔ مکہ کے معانی سے متعلق بعض کا قول ہے کہ یہ "مکّ" سے مشتق ہے جس کے معنی ازدہام کے ہیں۔ چونکہ مکہ میں حج کے دنوں اطراف عالم کا ازدہام ہوتا ہے اس لئے اسے مکہ کہتے ہیں۔ دوسری وجہ تسمیہ یہ ہے (اور اسی رائے کے ساتھ الحلاج نے اتفاق کیا ہے) کہ مکہ اپنی (روحانی) سطوت سے ظالموں کے ظلم کو دفع کرتا ہے اور ان کو ہلاک کر دیتا ہے کیونکہ عربی میں "مک" دشمنوں کو تنگ کرنے اور ہلاک کرنے کے معنوں میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ اس اشتقاق کے پیشِ نظر مکی صاحبِ جبروت و صاحب سطوت کے ہم معنی ہے۔

تمکین۔ قلمی نسخہ میں یہ لفظ دوگونہ لکھا گیا ہے۔ تمکین و تکمین۔ موخر الذکر کو اختیار کر کے

عبارت میں استبعاد سے کام لینا پڑے گا۔ اس لئے اس کو ترک کر دیا گیا۔ تمکین ایک صوفیانہ اصطلاح ہے، جس میں لغوی معنی کے علاوہ ایک خاص نکتہ بھی موجود ہے۔

قلب کی حالت کے تغیرات کا نام "تلوین" رکھا گیا ہے۔ روحانی اضطراب و بے قراری سے جب قلب پستی کی طرف کھینچنے والی حدود کو عبور کر کے صفات کی معرفت میں منہمک ہوتا ہے تو اس شغف سے اس میں گوناگوں کیفیات پیدا ہوتی ہیں (اس مقام پر از خود رفتگی، اعتقاد حلول، ادعائے فوق البشریت المختصر متعدد خطرات پیش آتے ہیں) ان کیفیات سے گزرتے ہوئے اگر قوت تمیز، توازن الفت اور طلب صحیح قلب کا ساتھ دے تو تجلی صفات سے گزر کر تجلی ذات کے مشاہدہ تک پہنچ سکتا ہے۔ (یہ نادر ترین استعداد انبیاؑ کا خاص حصہ ہے) اسی مشاہدہ کو اہل دل "تمکین" کہتے ہیں۔ چونکہ ذات میں صفات کی طرح تغیر، تنوع اور تعدد نہیں، اس لئے یہاں حالتِ قلب یکساں رہتی ہے اور قرب کے اس مقام پر یکساں قائم رہنا گویا نفس کے ظالموں کو دفع اور ختم کر دینے کے مترادف ہے۔ تسخیر کائنات کی صلاحیت فی الحقیقت اسی مرتبہ سے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہوئی۔ اسی طرح الحلاج دَنیٰ فَتَدَلّٰی اور قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی کے مفہوم کو تمکینہ عند قربہ کے اندر اس حال میں ادا کر رہا ہے جبکہ ذاتی تلوین کے ذریعہ وہ محسوس کر رہا تھا کہ

کشائے چشم آنکس کہ لن ترانی گفت
ہنوز منتظر جلوۂ کف خاک است

ایک حقیقت ہے جس کو آنحضور صلعم نے سَخَّرَ لَکُمْ مَافِی السَّمٰوٰاتِ وَالْاَرْضِ میں انتہائی سلاست کے ساتھ پیش کر دیا ہے۔

(باقی)

قارئین کرام کے اصرار پر "کتاب الطواسین" کی پہلی قسط کو، جس میں طباعت کی چند خامیاں رہ گئی تھیں، دوبارہ چھاپنا پڑا۔ (مدیر)

اطلاعات

(۱) سالنامہ "گل ریز" ستمبر اور اکتوبر کے دو شماروں پر حاوی ہوگا۔

(۲) قارئین کرام سے استدعا ہے کہ آئندہ سال کا زرِ چندہ بذریعہ منی آرڈر مرزا عارف ڈائریکٹر ملبری کلچر سری نگر کے پتہ پر بھیج دیں۔

محمد امین آبچی

تبصرہ

"گل ریز" بابت ماہ جون ۱۹۵۳ء

اس شمارہ میں سب سے پہلے ادارہ گل ریز - کی طرف سے منصور الحلاج پر ایک مختصر سا تعارفی مضمون لکھا گیا ہے جس میں یہ اعلان کیا گیا ہے کہ منصور کے اقوال کا مجموعہ کتاب الطواسین ادارہ کے ہاتھ لگا ہے۔ جس کے عربی متن کو اردو شرح و تفسیر کے ساتھ گل ریز" میں بہ اقساط شایع کیا جائے گا۔ تشنگان علمی کے لیئے یہ خبر انتہائی فرحت اثر ہے۔ برصغیر ہند میں اردو داں طبقہ اس مجموعہ اقوال اور ان کی اردو تشریح و ترجمہ کے لئے چشم براہ رہے گا۔ منصور الحلاج کی شخصیت ابھی پردہ راز میں ہے۔ اور اہل تصوف کو دعوتِ فکر دیتی رہتی ہے۔ عام تعلیم یافتہ طبقہ کو اتنا ہی معلوم ہے کہ الحلاج نے انا الحق کا نعرہ دیا۔ اور وہ سولی پر چڑھایا گیا۔ گو علامہ اقبال علیہ الرحمتہ نے جاوید نامہ میں الحلاج کی شخصیت کا اہل علم و فکر سے تعارف کرایا۔ مگر پھر بھی اس بات کا انتظار کیا جا رہا ہے کہ اس رفیع المرتبت صوفی کے اقوال سے اس کی شخصیت اجاگر کی جائے تاکہ منصوریت کو سمجھنے میں کچھ آسانی ہو۔ ادارہ گل ریز کے سرگرم اور قابل رکن پروفیسر محی الدین حاجنی اگر ان اقوال کی تشریح کرنے کا بیڑا اٹھائیں۔ تو کشمیر کے اہل علم ان کے مرہونِ منت رہیں گے۔ کیونکہ الحلاج کے اقوال کی تفسیر لکھنا اُن ہی کا کام ہو سکتا ہے۔ "ہر کسے را بہر کارے ساختند" اور اگر منصور کے اقوال کی تشریح کا سلسلہ مضامین رسالہ "گل ریز" میں شائع ہوتا رہا۔ تو یہ رسالہ بھی دنیا کے اونچے پایہ کے علمی رسائل میں شمار ہو سکے گا۔ کتاب الطواسین کا صرف فرانسیسی زبان میں ترجمہ ہوا ہے۔

دوسرا مضمون اس شمارہ میں میرزا عارف کے قلم سے حضرت جامع الکمالات شیخ یعقوب صرفی علیہ الرحمتہ سے متعلق ہے۔ پہلے حضرت صرفی کی سوانح عمری دی ہے۔ اسلامی ممالک میں ان کی سیاحت کا تذکرہ کیا ہے۔ اور پھر ان کے کلام کا نمونہ دکھایا ہے۔ حضرت صرفی دسویں صدی ہجری میں ایک برگزیدہ صاحب تصنیف و ارشاد ولی گزرے ہیں۔ اور کشمیر کے اہلِ دل شعرا کے گروہ کے اولین صف میں شمار ہوتے ہیں۔ ایسے تحقیقی مضامین سے ایک علمی رسالہ صحیح معنوں میں اہل بصیرت کے لئے جنت نظر ثابت ہوتا ہے۔ حضرت صرفی کا غیر مطبوعہ دیوان کشمیر میں موجود ہے۔ صرفی کے کلام کا شہرہ ایران تک پہنچا ہے۔ اور کشمیر کے اکثر طالب علم ان کے کلام سے نا آشنا ہیں۔ اُن کے کلام سے اُن کا مقام صاف نظر آتا ہے۔

آں تجلی کہ شد از طور عیاں بہ موسیٰ   جلوۂ ماہِ من از گوشۂ بام است ایں جا
محو دیدارِ مقامات تجلی صرفی است   چوں کلیمش نہ تمنای کلام است ایں جا

ادارہ گل ریز کو چاہیئے کہ ان کے دیوان کو زیور طبع سے آراستہ کریں۔ تاکہ اہل علم اور ارباب تصوف اس برگزیدہ ہستی کے کلام بلاغت نظام سے استفادہ کریں۔ صرفی کے متعلق ان کے ایک مرید کشمیر کے مشہور ولی خواجہ حبیب اللہ نوشہری فرماتے ہیں:

خلعت بوحنیفہ در بر اوست   افسر بایزید بر سر اوست
ذات او مظہر صفاتِ خدا   از صفاتش عیاں صفاتِ خدا

تیسرا مضمون کشمیر کے ایک شاعر قادر پلتوی کے متعلق ایک نوجوان ادیب نے لکھا ہے۔ جس میں شاعر کا تعارف کرایا ہے کشمیری کے چند مشہور لوک گیت اسی شاعر نے کہے ہیں۔ شاعر صاحب تصنیف گزرا ہے۔ ایسے گم نام شعراء کو قعرِ گمنامی سے نکالنے کا کام رسالہ "گل ریز" کے ذمہ آپڑا ہے۔ اور یہ اس ادارہ کا کام ہے کہ کشمیری ادب کی ترویج اس طرح سے کی جائے کہ ایسے شعرا کے کلام سے پہلے خود اہلِ کشمیر اور پھر دُنیا آشنا ہو۔

چوتھا تحقیقی مضمون پنڈت دیارام کاچرو خوشدل پر محکمہ ریسرچ و پبلیکیشن کے مولوی محمد ابراہیم نے لکھا ہے جس میں خوشدل کی سوانح عمری۔ اس کے کلام کا نمونہ پیش کرنے کے علاوہ اُس کا تنقیدی جائزہ لیا ہے۔ پنڈت خوشدل اٹھارویں صدی میں پٹھانوں کے عہد حکومت کا ایک مشہور شاعر گزرا ہے۔ اس کی شاعری مختلف اصناف سخن پر مشتمل ہے۔ مثنوی غزل۔ نظم۔ تاریخی قطعات وغیرہ۔ چونکہ اُس زمانے میں کشمیر میں فارسی ہی علمی و سرکاری زبان تھی۔ اس لیے اسی زبان میں یہاں کے شعرا سخن سنج ہوئے خوشدل ایک کشمیری برہمن تھا۔ جن کی فطرت کا خاصہ ہے۔ چلو تم اُدھر کو ہوا ہو جدھر کی۔ لہٰذا وہ بھی اسی زبان میں سلاست کے ساتھ سخن سنج ہوا۔ اور افغانستان کا سفر بھی اختیار کیا۔ غزل کا نمونہ ملاحظہ کیجیئے۔ حافظ شیرازی کا رنگ اختیار کرنے کی کامیاب کوشش کی ہے۔

ابر است و نو بہار نگار است جام مے   مطرب بخواں عراق / و نوا دم غنیمت است
ساغر منہ ز دست مخور غم ز روزگار   دنیا است ہیچ و رنگ حنا دم غنیمت است

اس کے بعد ایک نظم اسمبلی پر سائل کھوروی کی لکھی ہوئی ہے جو چند ایک ہجویہ اشعار پر مشتمل ہے جن میں انشا کی مشہور غزل سے کمر باندھے ہوئے چلنے کو یاں سب یار بیٹھے ہیں — پر تضمین اس طرح سے کی ہے کہ ہر شعر کا پہلا حصہ سائل کا ہے اور دوسرا مصرعہ انشا کا ہے۔ گو یہ اشعار پرانی اسمبلی سے متعلق ہیں۔ مگر جدید اسمبلیوں پر بھی آسانی سے چسپاں ہو سکتے ہیں۔

اس کے بعد مولانا حیرت کاملی کی ایک ایسی فارسی غزل ہے۔ جو ان کے شگفتہ کلام سے لگا نہیں کھاتی۔ مولانا کی نغز گفتاری اور شگفتہ بیانی سے ایران کے سرآمد شعرا کی یاد آتی ہے۔ ان کے غیر مطبوعہ دیوان کی غزلوں سے صائب و کلیم کا رنگ ٹپکتا ہے گل ریز میں ان کی نظمیں شائع ہوتی رہتی ہیں۔ مولانا تصوف کے جن مقامات سے گزرے ہیں۔ ان کا اشارہ اُن کے کلام سے ٹپک پڑتا ہے۔ صوفیوں کے اوقات اور واردات ہمارے اوقات سے مختلف ہوتے ہیں۔ جو کچھ ان کے دل ان

پر گزرتی ہے۔ اس میں سوزِ قلب۔ جوش حرارت اور روحانی بیداری کے اثرات سے ان کی شخصیت معمور ہو جاتی ہے۔ مولانا نے اسی حال کی طرف ایک لطیف اشارہ اس غزل میں یوں کیا ہے کہ

بیا کہ حیرت ازاں ماجرا کہ بروی رفت   تمام شب زعشا تا بہ صبح عش عش کرد

رباعی میں مولانا نے فلک ستمگار کی کجروی کا نقشہ بڑی خوبی سے کھینچا ہے۔ فلکِ ستیزہ گر ہمیشہ مخالف سمت کی طرف جاتا ہے۔ ہمارے خرمن کے لئے آتش۔ ہمارے شیشہ کے لئے سنگ بار اور ہمارے سنگ کیلئے شیشہ گر بنا۔ کبھی ہمارے ساتھ ہمنوائی نہیں کی۔ مایوسی اور قنوطیت میں فلک کجرفتار کی ستم رانیوں کی داستاں ہمیشہ دہرائی گئی۔

مولانا کی رباعی اور غزل کے بعد چہل اسرار کی ایک غزل کا کشمیری نظم میں غلط سلط ترجمہ ولی اللہ مرحوم کا پھر شایع ہوا ہے غزل اور ترجمہ میں بعد المشرقین ہے۔ ادارہ گل ریز کو ایسا ترجمہ شائع کرنے سے باز رہنا چاہیئے۔

"نوحہ غم" اور "رات کے سناٹے میں" دو فکر انگیز نظمیں طاؤس کی جادو بیانی کا عکس ہیں۔ "نوحہ غم" میں طاؤس انقلابی شاعر کی روپ میں جلوہ گر ہے۔ نظم میں انقلاب کا نقشہ کھینچا ہے۔ آسمانوں سے کسی کی سوزناک آہیں زمین پر آگ برسا رہی ہیں زمین والوں کے شور الاماں سے خدا کی رحمتیں گھبرا رہی ہیں۔ اور جوانی کی مچلتی آرزوئیں دل مجروح میں تھرا رہی ہیں۔ دنیا میں ہر جگہ شش جہت سے جو انقلاب آج برپا ہے۔ ان اشعار سے اس کا عکس نظر آرہا ہے۔ اس انقلاب اور ہماہمی سے شاعر بھی گھبراتا ہے۔ اس حد تک کہ اُسے اپنی نبضیں مسکراتی ہوئی نظر آرہی ہیں۔ اور وہ اپنے ہمنشینوں سے اپنے آپ کو بچانے کی دہائی دیتا ہے۔ شعر ایسے سلیس ہیں کہ انہیں بڑی آسانی اور سلاست سے بغیر کسی ہیر پھیر کے نثر کے قالب میں ڈھالا جا سکتا ہے یہ شاعر کی کامیابی کا ثبوت ہے۔ اس لحاظ سے یہ نظم بڑی کامیاب ہے۔ اور ساری نظم آمد کا نتیجہ ہے جس میں آورد کو دخل نہیں جب شاعر نے یہ نظم لکھی ہوگی۔ اُس وقت اس کے قلبی واردات سے اس کا عجب حال ہوا ہوگا۔

دوسری نظم "رات کے سناٹے میں" طاؤس ایک بالغ نظر شاعر کی طرح استفساریہ انداز میں فیلسوفانہ طور پر حقائق حیات کے گُر کھول دینے میں مصروف نظر آتا ہے۔ آدمی کی افسردگیوں کے ہوتے ہوئے وہ کونسی رنگینیاں اور دلچسپیاں ہیں جن پر زمین و آسمان خار کھائے بیٹھے ہیں۔ انسان اگر ساری مخلوقات میں اشرف ہے۔ تو پھر مجبور کیوں۔ زندگی صرف اجل کا روح فرسا انتظار ہے۔ اجل کا ایک دھیما سا جھونکا زندگی کے چراغ کو گل کر دیتا ہے۔ دل جوانی کی تمناؤں کا اُجڑا سا مزار ہے سینکڑوں حسرتیں اور ہزاروں خواہشیں ایسی کہ ہر خواہش پہ دم نکلے۔ زندگی کیا ہے۔ جیسے ایک ننھا سا تارا جو ایک لمحے کے لئے جگمگاتا ہے۔ اور پھر کہیں آکاش میں ڈوب جاتا ہے۔ شاعر نے اس ساری استفسار کا ماحصل یہ نکالا ہے کہ اس طلسم رنگ و بو میں غم ایک ایسی حقیقت ہے کہ جس کے بل بوتے پر جہاں کا زیر و بم قائم ہے۔ واقعی غم یعنے آرزو پر ہی فی الاصل زندگی کا دار و مدار ہے۔ اسی سے سوز و سازِ حیات ہے۔ اسی سے زندگی میں تابندگی ہے۔ اس سے مفر ممکن نہیں کسی چیز کا غم ہونا۔ زندہ رہنے کے مترادف ہے۔ یہ ایک ایسی آگ ہے جس سے شعلہ حیات روشن ہے۔ اور جس کے بجھ جانے کا نام موت ہے۔ ہر زندہ شے کسی نہ کسی طور غم میں مبتلا ہے۔ اس لئے کہ زندہ ہے۔ میرزا غالب نے اچھوتے انداز میں اس خیال کو یوں ظاہر کیا ہے

غم اگرچہ جاں گسل ہے پہ کہاں بچیں کہ دل ہے   غم عشق گر نہ ہوتا غم روزگار ہوتا

گویا دل پر غم کا وارد ہونا ایک لازمی امر ہے۔ اس سے اس کی حرکت کا زیر و بم قائم ہے۔

تنہا انصاری نے موضوع بومئی سے رخصت ہونے پر اپنے جذبات کا اظہار ایک لطیف نظم میں کیا ہے۔ شاعر ایک جگہ سے جہاں اس کے دل کو قرار و سکون حاصل تھا۔ مجبوراً دوسری جگہ لے جایا جا رہا ہے۔ اور بے بسی کا عالم ہے۔ شاعر کے جذبات نازک ہوتے ہیں۔ وہ دوسروں کی نسبت زیادہ رقیق القلب اور سریع الفہم ہوتا ہے۔ اگر اس کے جذبات کو ٹھیس لگی۔ تو انقلاب کا عالم بپا ہوتا ہے۔ مگر مجبوری۔ تنہا باوجود اپنے خواہشات کے سرِ تسلیم خم کرتا ہے۔ اور آنسوؤں اور آہوں کے درمیان رسم وفا کا خون کیئے جا رہا ہے۔ مجبوریوں کی داد دیئے جا رہا ہے۔ حسینانِ شوخ کی یاد جمیل دل میں لے کر اپنے حریمِ شوق پر حسرت بھری نگاہ کرتے ہوئے بھی اُسے ایک ایسی آس ہے۔ وہ ایک ایسے روشن پہلو سے بھی نظر بن نہیں بچاتا ہے۔ جس میں اُسے مستقبل تابدار دکھائی دیتا ہے۔ وہ اپنے ماضی کو اگر شاندار دیکھتا ہے۔ تو مستقبل کو زیادہ تابندہ بنانے میں تُلا ہوا ہے۔ جبھی تو کہتا ہے کہ جس پر زاہد کا غرور صواب نثار ہو۔ وہ ایک ایسا گناہ کیئے جا رہا ہے۔ گویا باوجود مایوسی کے وہ آس کا دامن ہاتھ سے جانے نہیں دیتا۔ یہی زندگی کی تابندگی ہے۔ زندگی میں جب تک تنوع نہ ہو۔ وہ زندگی تابندہ نہیں رہتی۔ نظم کی روانی اور شیریں بیانی کی وجہ یہی ہے کہ شاعر بڑی آسانی سے یہ بات سمجھ گیا ہے کہ زندگی کو متنوع پہلوؤں سے نبھانا ہے۔ اسی لئے اس کے دل و دماغ میں باوجود رسم وفا کا خون کرنے کے کسی قسم کی پیچیدگی نہیں۔ اور یہی شاعر کی کامیابی کا اولین زینہ ہے۔

میرزا عارف اپنی رباعیوں میں ایک آفاقی شاعر نظر آتا ہے۔ ابدی حقائق کو بڑے اچھوتے انداز میں ظاہر کر دیتا ہے رباعی شاعری کی ایک ایسی صنف ہے جس میں کامیابی سے سخن سنج ہونا کارے دارد والا معاملہ ہے۔ اور ہر ایک شاعر چاہے وہ کتنا کامیاب دوسرے اصنافِ سخن میں کیوں نہ ہو۔ رباعی میں آسانی سے کامیابی حاصل نہیں کر سکتا۔ جبتک نہ اس کی نظر نے پختگی اور اس کے تجربات نے وسعت پائی ہو۔ ایک ابدی حقیقت کو دعویٰ اور دلیل کے ساتھ چار مصرعے والی چھوٹی سی رباعی میں سمو دینا ایک بڑا کارنامہ ہے۔ میرزا عارف نے ایک رباعی میں عارف کی طمانیتِ قلب پر کیا خوب اطمینان ظاہر کیا ہے۔

زہر دِت مانچھ سیتی اَمس مدریا
لیدر کھیتھ روس کُچھ ہند نافہ لیدریا
چھُو نہ تسکین عارفس سُہ پیٹھ گرِتھ آب
ڈلس منز زانہہ کھیلس داماں اَدریا

زہر دے کے شہد کھلانے سے منہ میٹھا نہیں ہو سکتا۔
ہلدی کھلانے سے غزال کا نافہ زرد نہیں ہو سکتا
عارف کا دل مطمئن ہے چاہے پانی سر سے گزر جائے۔
جھیل کے پانی میں کنول کا دامن کبھی تر نہیں ہو سکتا

اپنے تخلص کو شاعر نے کس خوبی سے نبھایا ہے۔ عارف کا دل مطمئن ہے جس سے کسی کو انکار کرنے کی مجال ہو ہی نہیں سکتی

شہر آشوب فردوسیِ کشمیر وہاب حاجنی نے بھی باقی شعرا کی طرح لکھا ہے۔ جس میں اپنے زمانے کے حالات کا نقشہ

کھینچا ہے۔ ایسے حالات جن سے شاعر کا دل مجروح ہوتا تھا۔ وہاب کے زمانے کا حال پچاس سال بیشتر جو کچھ اس شہر آشوب میں درج ہے۔ اُس میں کم و بیش ساری باتیں آج تک موجود ہیں۔ زمانے کے رواج میں آج تک کوئی نمایاں تبدیلی نہیں ہوئی ہے۔ بلکہ کئی باتیں اس عہد میں زیادہ ترقی پذیر ہیں۔ مثلاً وہاب نے اپنے زمانے کے متعلق جہاں کہا ہے۔

راست بازن تہ سیدِن خلقن دپان نادان چھِ ــ جعلسازن کاذبن تہ اپزِن شوٗٹن رواج

زندہ کول۔ کشمیر میں اس زمانے کے ایک مشہور درویش صفت شاعر ہیں۔ ان کی کشمیری غزل سے جو اس شمارہ میں شائع ہوئی ہے۔ اُن کی اُفتادِ طبع نمایاں طور پر نظر آتی ہے۔ وہ کشمیری کے علاوہ اردو اور فارسی میں بھی شعر لکھتے ہیں۔ انہوں نے ایک شعر میں مایوسی کی کیا خوب تصویر کھینچی ہے۔

دیدارِ یار سے تجھے اے شمع یاس ہے　　بُجھ جا کہ روشنی میرے آنکھوں پہ بار ہے

وہاب حاجنی کی کشمیری غزل فارسی کی طرح پر لکھی ہوئی ہے جس میں وہاب ایک بڑا شاعر نظر آتا ہے۔ پچاس سال بیشتر کی غزل میں عاشقانہ راز و نیاز اور معاملہ بندی شاعری کا طغرائے امتیاز تھا۔ اور غزل کے کسی شعر میں آفاقیت ابھی ٹپک پڑتی تھی۔ وہاب نے اس غزل کے ایک شعر میں معشوق کو مخاطب کرتے ہوئے اسے ظلم و ستم کے لیے ٹوکا ہے۔

غریبن خوٗن مارِت ہزاران جان مارِت　　بتقوی اخرقہ پارت مسہ زین زال چھُل چھُل

اس کے بعد عہدِ رفتہ کے دو شعرا کی دو کشمیری غزلیں ہیں۔ جن میں تصوف کی چاشنی موجود ہے۔ جو کشمیری شعرا کا خاصہ رہا ہے۔ یہاں درویشی اور تصوف شاعرانہ جذبات کو اُبھارنے میں پیش پیش رہے ہیں۔ اور اکثر شعرا اسی رَو میں بہہ گئے ہیں۔ "تصوف" بقول شیخ علی حزین "برای شعر گفتن خوب است" مگر اس کے رموز و اسرار سے واقفیت ایک لازمی امر ہے۔ برعکس اس کے یہاں جس کسی کو درویشی یا تصوف کی لت پڑی۔ اُس نے اُلٹے سیدھے شعر کہنے شروع کئے۔ اور چونکہ اکثر بڑے شعرا مسلک تصوف میں اونچے پایہ کے صاحبِ مقام درویش گزرے ہیں۔ ان کی پیروی میں اکثر شعرا تصوف اور درویشی کو بھی ایک صنفِ سخن جان کر اس میں مشق کرنے لگے۔ لیکن اب زمانے کی رَو بدل گئی ہے۔ ادب کی قدریں بدل گئی ہیں۔ دنیا کے سیاسی اور اقتصادی نظام میں انقلابات رونما ہونے لگے۔ اب شاعری کے لئے نئے نئے موضوعات سامنے آ رہے ہیں۔ تعلیم کا چرچا عام ہوتا جا رہا ہے۔ اور یاروں کو عشق فراموش ہونے لگا ہے۔

یہ ہے رسالہ "گل ریز" کے جون کے شمارہ کے تمام مضامین نظم و نثر پر ایک اجمالی تبصرہ۔ اپریل سے رسالہ ترقی کی منازل کی طرف بڑھتا چلا جا رہا ہے۔ اور وہ وقت قریب آ رہا ہے۔ جب رسالہ "گل ریز" برصغیر کے علمی رسائل میں اپنی جگہ خود پا لیگا۔ اور اہلِ علم و فضل کی توجہ کو اپنے علمی و ادبی مضامین سے اپنی طرف کھینچ لیگا۔

فاضل تبصرہ نگار سے ایک التماس ہے کہ وہ مدح و ذم میں اعتدال پسندی سے کام لیں۔　　(مدیر)

میرزا شید ؟ کاشمیری

پانپور میں ایک شام

زعفراں اے پیش روِ گل خسروِ ملکِ خزاں
سرزمینِ پانپور کی تجھ سے نظیرِ آسماں

لاجوردی وردیاں پہنے قطار اندر قطار
جا رہے ہیں کس طرف پس لشکرِ ملکِ بہار

دہقان کے واسطے کیا زر بداماں ہے یہ پھول
عاشقوں کے واسطے اخگر بداماں ہے یہ پھول

شعلہ اک لپٹا ہوا گویا ہے دودِ آہ میں
یا ہے سوزِ معرفت پنہاں دلِ آگاہ میں

زعفران کے کھیت رنگیں ہیں شبِ مہتاب میں
یہ مناظر نقش ہیں میرے دلِ بیتاب میں

ننھے ننھے پھول ہیں پہنے ہوئے رنگیں قبا!
دل نواز و دل نشیں و دل فریب و دلربا

میں یہ سمجھا ہر طرف شمعیں فروزاں ہو گئیں
یا صف آرا رقص کرنے کو یہ پریاں ہو گئیں

نقرئی لہروں میں اپنی ان کو نہلاتا ہے چاند
موتیوں سے ان کا دامن بھر کے چھپ جاتا ہے چاند

اس زمیں کا چپہ چپہ کیمیا تاثیر ہے
یہ زمیں پر گلشنِ فردوس کی تصویر ہے

مدفنِ نرگس، مزارِ لالہ ہے یہ سرزمیں
یہ خمار آموز منظر یہ فضا کیف آفریں

لائی ہے ساقی نے یہ مٹی درِ میخانہ سے
شمع یہ روشن ہوئی خاکسترِ پروانہ سے

چن رہی ہیں پھول اور گاتی ہیں دہقانیاں
[illegible] کی آبادیاں کشمیر کی شہزادیاں

چاندنی رات [illegible] پاش انور ہو
یہ زمین پانپور کی [illegible] تجلی زار ہے

جانِ تغزّل

(آج ہم مولانا شمس الدین حیرت کاملی کے غیر مطبوعہ دیوان کی ایک شگفتہ غزل ہدیہ ناظرین کرتے ہیں۔ یہ غزل اُنہوں نے تیس سال پیشتر لکھی ہے جب وہ شمس تخلّص فرماتے تھے۔ مولانای موصوف مسلکِ تصوّف میں سلسلۂ عالیہ کبرویہ کے ساتھ منسلک ہیں۔ غزل میں انہوں نے بے ساختہ طور پر جناب سید السادات حضرت سید علی ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ کی مدح کی طرف گریز کیا ہے۔ ادارہ)

جگر بیادِ عقیق لعلش یمین نہ گردد و گرچہ گردد
دِل از ہوای عبیر زلفش ختن نہ گردد و گرچہ گردد

چہ بگذری بر سرِ مزارم کشیدہ داماں کُشادہ ابرو
کفِ اُمیدم بروں ز جیبِ کفن نہ گردد و گرچہ گردد

بہ خوش نصیبی بنازای جاں بجا کہ ار بگذری خراماں
ز حُسنِ روی تو کنج قبرم چمن نہ گردد و گرچہ گردد

بہ وِردِ نامِ امیر ہمداں علی ثانی ظہیرِ دوراں
چو لعلِ دلدار شکرافشاں دہن نہ گردد و گرچہ گردد

چو شمس شیدای پیر آمد گدای کوی امیر آمد
اگر بہ مدحش ز شوق محوِ سخن نہ گردد و گرچہ گردد

چہل اسرار

سیّد السادات سیّد علی الہمدانی رحمۃ اللہ علیہ

راحت ار خواهی بیا با دردِ او همراز شو — دولت ار جوئی برو در عشقِ او جانباز شو

ساز راه عشق سربازی و بدنامی بود — گر سر این راه داری بر سر این ساز شو

بر تن و جان چند لرزی چون نیرزی ارزنی — صَعوه با ارزان گذار و بر درش شهباز شو

تا بکی همچون زنان این راه و رسم و رنگ و بوی — راه مردان گیر و با صاحبدِلان دمساز شو

جان و تن بند است و کفر و دین حجاب اندر رهش — جمله را برهم زن و با عشق هم آواز شو

چون زغن تا چند باشی بستهٔ مردارِ تن — در هوای سیرِ جان یک لحظه در پرواز شو

بازِ اوجِ کبریائی مانده اندر دام کام — دام و دانه بردر و خرم بحضرت باز شو

گر همای قافِ قربی بالِ همت برگشا — در فضای لامکان با قدسیان انباز شو

قفلِ این در شد علائی و کلیدِ آن نیاز
گر نیازی داری این جا بر سرِ ناز شو

ترجمہ چہل اسرار

چہل اسرار مخزنِ معارف ہے اور اس کا اُردو نثر میں ترجمہ کرنا دریا کو کوزے میں بند کرنے کے مترادف ہے۔ فارسی زبان کی شیرینی اور وسعت اور اُردو کی تہی دامنی ایک عقدہ لاینحل ہے تاہم قارئین "گل ریز" کے لئے ہم نے اُردو میں لفظی ترجمہ کیا ہے جس میں بڑے عزم و احتیاط سے اس بات کا خیال رکھا گیا ہے کہ فارسی غزل کے ہی وہ الفاظ آجائیں جو شعر کی جان ہیں اور شعر کے معانی کما ینبغی آشکار ہوں۔ ادارہ

راحت چاہتا ہے تو اُس (معشوقِ حقیقی) کے درد کے ساتھ ہمراز ہوجا

دولت (ابد) کا متلاشی ہے تو اس کے عشق میں جانباز ہوجا

راہِ عشق کا ساز و ساماں سر کی بازی لگانا اور بدنامی ہے

اگر تجھے اس راستے میں جادہ پیما ہونا ہے تو اس ساز سے لیس ہوجا

کہاں تک تو جان اور تن پر (سیماب وار) تھرکتا رہے گا جب تو ایک چیتا کے برابر نہیں

ممولے کو چیتا کے ساتھ چھوڑ دے اور خود اُس کے در پر شہباز بن جا

کب تک عورتوں کی طرح تو اس راہ و رسم اور رنگ و بُو میں ڈوبا رہے گا

مردوں کا راستہ اختیار کر اور صاحبِ دلوں کے ساتھ دم ساز ہوجا

اُس کے راستے میں جان و تن ایک بندش ہے اور کفر و دین حجاب ہے

ان تمام بندشوں کو توڑ دے اور عشق کے ساتھ ہم آواز ہوجا

گدھ کے مانند کب تک تو مردارِ تن کے ساتھ وابستہ رہے گا؟

سیرِ جان کے ہواؤں میں ایک لحظہ کے لئے پرواز میں آجا

تُو اوجِ کبریائی کا شاہین ہے لیکن دنیوی کامیابی کے جال میں پھنسا ہے

دام و دانہ چھوڑ دے اور اس کی بارگاہ میں خوش خوش واپس جا

اگر تُو قرب کے پہاڑوں کا ہما ہے تو ہمّت کے بال و پر کھول دے

(اور) لامکان کی فضاؤں میں قدسیوں کا ساتھی بن جا

اُس دروازے کا تالا خود علائی (انسان کی خود پسندی) ہے اور اس کی چابی نیاز ہے

اگر تجھے اس جگہ نیاز ہے تو پھر سر پر آرای ناز ہوجا

مسدس حالی

وہ دین جس نے اعدا کو اخواں بنایا   وحوش اور بہائم کو انساں بنایا
درندوں کو غمخوار دوراں بنایا   گڈریوں کو عالم کا سلطاں بنایا
وہ خطہ جو تھا ایک ڈھوروں کا گلہ
گراں کر دیا اس کا عالم سے پلہ

عرب جس کا چرچا ہے یہ کچھ وہ کیا تھا   جہاں سے الگ اک جزیرہ نما تھا
زمانے سے پیوند جس کا جدا تھا   نہ کشورستاں تھا نہ کشور کشا تھا
تمدن کا اس پہ پڑا تھا نہ سایا
ترقی کا تھا واں قدم تک نہ آیا

نہ آب و ہوا ایسی تھی روح پرور   کہ قابل ہی پیدا ہوں خود جس سے جوہر
نہ کچھ ایسے سامان تھے واں میسر   کنول جس سے کھل جائیں دل کے سراسر
نہ سبزہ تھا صحرا میں پیدا نہ پانی
فقط آب باراں پہ تھی زندگانی

زمین سنگلاخ اور ہوا آتش افشاں   لوؤں کے لپٹ بادِ صرصر کے طوفاں
پہاڑ اور ٹیلے سراب اور بیاباں   کھجوروں کے جھنڈ اور خارِ مغیلاں
نہ کھیتوں میں غلہ نہ جنگل میں کھیتی
عرب اور کل کائنات اسکی یہ تھی

پروفیسر محی الدین حاجنی

ترجمہ

سۄدیں دُشمنن یُس چھُہ بارٕن بناوان   بیے چاڑ وحشی تہ انسان بناوان
دربندن چھُہ غمخوار دَوراں بناوان   جہانس پہٲل یُس چھُہ سُلطان بناوان
مُلک اوس یُس چاڑ بیترا وُجاری
امی دینہ قبلہ بنیوٗ سو ژو پارٕ ہی

یمیوٗک یُوت شہرہ چھُہ کیاہ سُوی عرب اوس   جہانس الگ اکھ جزیرہ نُما اوس
زمانس ہشت زن گمُت تہ جُدا اوس   نہ زانہہ ماتحت تہ نہ کانہہ پادشاہ اوس
نہ سۄکرِ تتی آس وَنوٗ آسِ فیران
ترقی کُنی زانہہ قدم اکھ نہ سٕتیران

نہ آب وہوا یتھ تتے رُوح پرور   یتٕ پانہ دیہ ہے دِلوک ڈُور جوہر
نہ سامان تتے اوس زانہہ یُوت میسّر   پھٕولے دِل یمی سیٹ ہمپوش ہنز سر
بِلا آب وسبزہ سۄ صحراوٗ ہانی
فقط رُوڈہ وانس یتھٕین زندگانی

زمین رۄڈہ فلِ تہ ہوا زن چھکان نار   بُتھس زن چلان بادطوفان انان چار
سراب وبیاباں تھۄنگ کوٕہ تہ سِتِ نار   کھزرٕ کُلِ تہ کنڈِ کریہ عرٕبُک پیداوار
نیا جنگلن ہنز نہ ڈوٗرین فصل اوس
عرب بیہ تمیُک عالماہ بس تیوٗی اوس

ؔ سراز کا "ڈار"

نہ واں مصر کی روشنی جلوہ گر تھی　　نہ یوناں کے علم و فن کی خبر تھی
وہی اپنی فطرت پہ طبعِ بشر تھی　　خدا کی زمیں بن جُتی سر بسر تھی
پہاڑ اور صحرا میں ڈیرہ تھا سب کا
تلے آسماں کے بسیرا تھا سب کا

کہیں آگ پُجتی تھی واں بے محابا　　کہیں تھا کواکب پرستی کا چرچا
بہت سے تھے تثلیث پر دل سے شیدا　　بتوں کا عمل سو بسو جابجا تھا
کرشموں کا راہب کے تھا صید کوئی
طلسموں میں کاہن کے تھا قید کوئی

وہ دُنیا میں گھر سب سے پہلا خدا کا　　خلیل ایک معمار تھا جس بنا کا
ازل میں مشیّت نے تھا جس کو تاکا　　کہ اس گھر سے اُبلے گا چشمہ ہدیٰ کا
وہ تیرتھ تھا اک بُت پرستوں کا گویا
جہاں نامِ حق کا نہ تھا کوئی جویا

غیور اور بے غیرت

ہُمِس پوشہِ ژنڈ اک کراں لچھ قیامژ
یِمِس سبتہ رب تھوک نہ لعنت ہِشی کتھ
کھیوِان دِل ہُمِس گرابے بُہ ژھانے ڈیشت
لگان رنگ یِمِس بلیتہ بیچھ صافہ کھیئت لیتھ

(تنہا انصاری)

پمُت اوسنہ مصر کوی گاش عربس　　نہ یونان کوی علم و فن راش عربس
نہ فطرت کڈان ازازل واش عربس　　زمین ہیوہ ٹھت پتھ نہ کانہہ آتش عربس

یمن سارہِ نی ڈیرہ کوہ و بیابان
اکُوی پشس مکانِ یمن اوس اسمان

نمان بعض عربی وچھان یام نارا　　کران جے دیا ڈیلہ ہن یدِ ستارا
خداتارہ رٹھتی بنے کینہہ نصاری　　پوتلِ جایہ جایے تلان گڈ کارا

فندس منز اکس یدِ رٹان اوس راہب
بیس کاہن بازہ بستور دِوان کھب

بدُنیا یسُوی خانہ گوڈہ نی دین زور　　براہیم کُن دِنہ یتھ آمتُوی پور
نظر ازازل یتھ پتھن آس درغور　　ہدایت امی جایہ وُنہ تتی کرے دور

مندر ہیو گُو کعبہ پوتلِ آس تتہ منز
خُدا تھاونہ ووُن نہ اکھاہ اوس تتہ منز

رُباعی

دُس دِدہ سرمایہ داری وُل شفق
چھوی ڈین ہیرین کتُوی خونی سبق
خُون ناحق تارہ کن ہند بارہ ہیت
دِدہ پین یمِ کوڈ پتہ لسس رنگ فق

(میر [illegible])

میرزا عارف

آبشارِ اہرہ بل

اہرہ بلہ چی آبشار	وہ دیکھو اہرہ بل کی آبشار کس برق رفتاری
قہرہ چی چھس لارہ لار	کے ساتھ بھاگی جارہی ہے
بالہ پیٹھہ لایان ژھال	پہاڑ سے چھلانگ مار کر کبھی پیروں سے اور
گاہ دِوان کھۄر گاہ تال	کبھی سر کے بل دوڑی جارہی ہے
سۆت قدم زانی نہ ژاہ	ستانا اور آرام کرنا تو در کنار، یہ سست
تھک کڈُن آرام کیاہ	گامی سے بھی نا آشنا ہے
وُزملن گگرایہ نار	بجلی کی گرج اور کڑک اس کی بے قراری
ژُور کران چھس بے قرار	کو بڑھاتی ہیں
مرگن ہُند لالہ زار	مرغزاروں کے لالہ زار ہیں اور چراگاہوں کے
نیرِ پوشن ہُند بہار	خودرو پھولوں کی بہاریں ہیں
بار دار ابرُک ازار	آبستنی بادل کے درد زہ کو عشق کی تپش
شعلہ وان چھس لولہ نار	ہوئی آگ بھڑکاتی ہے
گاہ سُتر گاہ چھُنب تہ چھار	ابھی اس کی گزرگاہ ہموار ہے، ابھی یہ کٹھن اور دشوار گذار
برونہہ پکان دیوانہ وار	ٹیلوں اور گھاٹیوں سے دوچار ہے لیکن یہ والہانہ انداز سے برابر آگے بڑھتی جارہی ہے
رات دۄہ ژھٹ تیُر تاف	دن ہو یا رات، سردی ہو یا گرمی، اہرہ بل آبشار
دم دِوال ترادان نہ ڈاف	دم لیتی ہے نہ لیٹتی ہے

زُون، تارک، آفتاب	چاند، ستارے اور سُورج کی کشش
دُنیاہُک کانْہہ انقلاب	گردشِ روزگار یا
ژْوک مُدُرسیوٗدہوٗل جوٗاب	دُنیا کی کوئی خوشامد اور مزاحمت
کم کراں چھا اضطراب	اس کے اضطراب کو کم نہیں کر سکتے۔
چھُس پدٗین نیران نار	اس کے تلووں سے آگ نکلتی ہے اور اس کے آبلے
بستہ پھسہ مژٗہ داغدار	پھٹ کر داغ دار ہو گئے ہیں۔
رنگہ رنگہ رنگ دار ہار	وُہ بوقلموں اور رنگارنگ ہار جو اس کی
مختہ ہٹہِ بایت تیار	جڑاؤ گردن کیلئے تیار ہیں (قوسِ قزح کی طرف اشارہ ہے)
آفتابن تھاوِمُت	یہ سُورج کے بنائے ہوئے ہیں اور موقع کی
موقعہ ڈِیشِت تراوِمُت	اہمیّت سمجھ کر رکھے گئے ہیں۔
بادب خاموش بال	تمام پہاڑ واجبی ادب کے ساتھ خاموش اور ساکت ہیں
ہرٗہ نن مُٹھ مُژ پھ ژھال	ہرن بھی چوکڑیاں بھول گئے ہیں۔
بالہ پتِ رُوزِت ہلال	ہلال پہاڑ کے پیچھے چھُپا ہوا ہے؛ جُملہ کمالات
دم بخود سارِی کمال	دم بخود ہیں۔
آسمانس وُٹھ سوٗرِت	آسمان بھی خاموش اور مبہوت ہے
جِن، ملک گیمت رُہِت	جن اور فرشتے بھی حواس باختہ ہو گئے ہیں۔
زن نِمُت چھک زوٗ ہِت	گویا کوئی ان کی جانیں ان سے زبردستی لے گیا ہے
زن زیوٗن چھک تاٗرٗ رِدِت	گویا ان کی زبانوں میں تالے پڑے ہیں۔

آبہ شر شر شور و شر
گم چھ اتہٕ کتھ گم نظر
بیوٚٹھ عارف حال گوس
جسم بٹھہ پیٹھ جان اوس
آبشارکِ پاٹھِ جان
کھوٚر نہ ٹھہراوان دوان
گاہ کنیٚن چھاوان پان
گاہ وُڈراں بر آسمان
عارفن سنبھول ہوش
نو تھوٚون چشم و گوش
کریکھ لاین چھُوی مزر
اک دماہ ٹھہراو کر
کینہہ پرِشہے تیتھ دِم جواب
کیا زِہ چھُوی تیتھ پیچ و تاب
چوٚن مالیوٚن مالہِ پیٹھ
کوہسارن تالہِ پیٹھ
آفتاب اتہ صُبح و شام
چھُوی کران تُم تُم سلام
یُت تھوٚد لُے شان چوٚن
داس لُے آسمان چوٚن

پانی کے بہنے کی اس تیز اور مہیب آواز میں انسان
اپنی طاقتِ گویائی اور قوتِ مشاہدہ کھو بیٹھتا ہے۔
اسی عالم میں عارف (شاعر) بیٹھا۔ گو اُن کا جسم کنارے پر
تھا لیکن اس کی روح آبشار کے پانی کے ہمراہ ہو کر بہتی تھی۔
(آبشار کی طرح اس کی روح دوڑتی تھی اور کہیں پاؤں
نہیں جماتی تھی۔
کبھی وہ چٹانوں کے ساتھ ٹکراتی تھی اور
کبھی وہ آسمان پر پرواز کرتی تھی۔
آخر عارف (شاعر) نے ہوش سنبھالا اور
اپنے کانوں اور آنکھوں کو پورے انہماک کے ساتھ بروئے کار لایا۔
اور اس آبشار کی طرف چلا اٹھا "کیا تو مجنون ہو؟
آؤ تھوڑی دیر یہاں ٹھہرو!
میں تم سے کچھ پوچھنا چاہتا ہوں، تم اس کا جواب دو،
تمہاری اس بے قراری کی کیا وجہ ہے؟
تمہارا مسکن
پہاڑوں کی چوٹی پر ہے۔
وہاں صبح اور شام سورج جھک جھک کر
تمہارا آداب بجا لاتا ہے
تم اتنے عالی مرتبت ہو
آسمان بھی تمہاری [illegible] ہے۔

سینہ چونوئی کینہ رۄس
دِینہ رۄس آئینہ رۄس
زندگی چھےَ بے قرار
نَے صبر نَے اِنتظار
پوٗت نظر کرُن حرام
چھک فقط محوِ خرام
چانہِ سفرُک کیاہ مُدعا؟
رووُمُت معشوق ما؟
مقصدا مُتہ رَس چھیا؟
اَتھ جنوُنس راز کیاہ؟
عارفس وُنُھ درجواب
زندگی مُتہ مُول آب!
مِیوٗن آگُر چوٗن جان
اصلہ تلہ ہِوی ہوٗیِ زوان
چھس تھزرِ ترِاوِت وسان
تشنہ لبیٗ منز لبان
سبزہ زارن منز اثرِت
خشک ڈارن منز گژِھت
چھُم بنان حاصِل قرار
زندگی "مِیوٗنی مزار

تمُ بغض اور کینہ سے پاک ہو اور
دین دھرم اور آئین کے بکھیڑوں سے بے نیاز ہو۔
ان باتوں کے باوجود تمُہاری زندگی بے قرار ہے اور
صبر اور انتظار سے ناآشنا ہے۔
تمُ اتنے محوِ خرام ہو کہ پیچھے مُڑ کر دیکھنا بھی
تمہارے لئے حرام ہے۔
آخر تمہارے اس سفر کا مدعا کیا ہے؟
کیا تمُہارا معشوق تمُ سے بچھڑ گیا ہے؟
آخر تمُہاری اس دیوانگی کا کوئی مقصد بھی ہے؟
آخر تمُہارے اس جنوُن کا اصلی راز کیا ہے؟
آبشار نے عارف (شاعر) کو جواب میں کہا
کہ زندگی اگر منافع ہے تو پانی ہی اس کا سرمایہ ہے۔
میرا منبع اور تیری جان کی اصل اور ایک ہے
اور یکساں جیتے ہیں
میں اپنی بلند منصبی کو چھوڑ کر نیچے آتی ہوں اور
تشنہ لبوں کے ساتھ گھُل مِل کر رہتی ہوں۔
سبزہ زاروں اور سوُکھے ہوئے کھیتوں میں جا کر
مجُھے قرار اور سکون حاصل ہوتا ہے۔ "زندگی
میرے لئے موت کا حکم رکھتی ہے" "زندگی" میری
موت کی رہین منت ہے۔

محی الدین نوازؔ دتن پوری

غزل

سنگدِلن نیاز کران ژۄرہ فران چھُ ناز میوٗن
دلِ سنگینِ غزنوی لۄٹہِ نوان ایاز میوٗن

عالمس دردکۄہی جنۄن واتناون بۄہ گۄنہ کۄن
یژہ یہ ذات بیچگون آسہ لولکُ سوٗز راز میوٗن

عشق چھُ برونٹھ عقل پت حُسن جمال مارہِ گت
سورگ چھِ ادہ رۄگ فُچھان چھُ تت آہِ جگر گداز میوٗن

جوش نوٗی جنۄن نوٗی ہوش نوٗی نمۄن نوٗی
گوش تھاوِت ژہ وارہ بوز راز ونان چھُ ساز میوٗن

داغ بۄتھِک نوان تلِت زاغ یہ رنگ ژلان چھلِت
باغ فلاں چھُ زن تلِت اُلفتک دُر دہ غاز میوٗن

پھون رقم حساب کیوٗتھ میوٗن اداکرُن چھُ یوٗتھ
نکھہ والِت سوٗتٕ چھُ تیوٗتھ یُتھ چھُ پت سوٗ جاز میوٗن

معاف مِہ یارہ کر خطا لاف کت ہیٹھ یہ بوش کیاہ
صاف دٔ ہیم چھُ ماجرا محی الدین دِل نواز میوٗن

وہاب حاجن

آمد

گژھتہ وِٹسے وچھتہ یارس کیا چھ دردل رای از
ییہ نا درشن دیم نا ونتہ کیٔژ چھس ترای از

چھم گمانہ بالہ یارس آسہ عزمِ این طرف
کاو تہ بلبل خبر ہیٔت واریاہیٔت آی از

آمہ از بادِ صبا مے بوی ریحان و گلاب
از ہوا گیمژ بگیہ یور کُن چھس گرای از

وُچھ مہ در ہر کوچہ گوٗمُت دربدر بادِ صبا
ہم چو آئینہ صفا تم کرنہ ڈوٗہی ڈوٗہی جای از

چھم مہ فرحت یت دِلس شاید اِیم مے بالہ یار
از کمالِ مہربانی کرہ کینہہ ہیونوی پای از

ظاہرا چھس رحم ہیوٗمُت از پریشان حالِ من
باطنوک زورا بنوٗ کنہتام فیرس مای از

ییتہ چھم اُمیدِ کامِل ہتاو مژ بر وصلِ یار
بلکہ زیٖن مژدہ مِہ تس کُن چھیم گنے مژرای از

دادِ ہاوس حال بادس کلہ تراوس زیرِ پای
موٗڑِ پانسے وارہ وارہ ژھٹہِ سورُدی نیای از

اے وہاب از رنج و غم دِل شاد تہ آزاد روز
در قریبان صفِ اوّل ژہ میلی جای از

غلام نبی عارضؔ

غزل

بُلبُلو غمگین دِلن ہُند آہِ سرپیدا اسپُن
کاروانس جمنگس نوٗہ لوٗہ لیتگر پیدا اسپُن

آسمانٔچ ترای ڈِیشِت آفتابُک برونت گوم
کالہ ابرچ ژہای ژٔج ظاہر سحر پیدا اسپُن

تس کُنِس معبوٗدہ سٕنز رحمت چھ رُوٗدُک جِتھ کرِت
ٹھٹھونس منز باغوانو نیٖشکہ پیدا اسپُن

نوبہارن جلوہ دِیت سر سبز گوٚ سورُے جہان
از وُچھم نو جوشِس ہیوٗ قومس اندر پیدا اسپُن

خاص و عامس پار یاہ دِت گرِ خبر ڈھنڈورہ وٲل
بازرن منز لکچرن ہُند شور و شر پیدا اسپُن

ساقیا مستانہ گے میخانہٕ ہیٚتھ پیمانہ چیٚتھ
بیگرن بانن اندر زیر و زبر پیدا اسپُن

آبہ منز یس بدنصیبس ترِیشہٕ ہُند ارمان رُود
تہندِ بابت حوض کوثرٕ بے اثر پیدا اسپُن

وُچھتہ تمسُنز بے نیازی کارسازی عارضو
دِل ہُبت چانین کتھن دردُک اثر پیدا اسپُن

ہمارے گُم نام شعراء

گاہ گاہے باز خواں ایں قصۂ پارینہ را

کرم بلند

یادِ رفتگان

آوکتہ دَورِ دُنیا بُنیاد کرَوسرَے   حیرت وُچھان وُچھان غیرت بُوکرَے
ہۆونَم دریائے وحدت قدرت کرَوسرَے   آوکتہ دَورِ دُنیا بُنیاد کرَوسرَے

شیُرن چھُنہ پرِوائے پھیران زنگاہ رنگ
تورِ چھِنہ وُیژان دمِ کمِ گُل گُژھان برَے   آوکتہ دَورِ دُنیا بُنیاد کرَوسرَے

کتھ شایہ رُودہم ژھایہ وِجِس مایہ یِیے تورِ
لاییُے نادونادِ بِہ گوم یادِ دِلبرَے   آوکتہ دَورِ دُنیا بُنیاد کرَوسرَے

سروِ نازہ تیر اندازہ مولاسے تیر عزیزو
وائیے سازو نازِ دِمے مازِ جگرَے   آوکتہ دَورِ دُنیا بُنیاد کرَوسرَے

از غمز و فتنہ ژُوہم ہیتھ دِل و دین
دِل جوِ پہ پری رُو یہ سیاہ مویہ کافرَے   آوکتہ دَورِ دُنیا بُنیاد کرَوسرَے

احمد ہیم محمد معراج در معراج
سامانہ کرمِ بلندس رحمت تس پھِگرَے   آوکتہ دَورِ دُنیا بُنیاد کرَوسرَے

ہمارے گمُنام شعراء

جمعہ شاہ

یادِ رفتگاں

روزِہ ویسۓ بوزِہ میأنی زأری — مے تراو پأری زان
وَنہ چھا ہیَ ژندن دأری — وأتی گُٹلِ تہ چھان
کرِہے پنجرہ تہ کأری — مے تراو پأری زان
وَنہ چھا ہیَ وَن ھأری — طوطس چھو چون ارمان
بُلبُل چھ ہنزِم یأری — مے تراو پأری زان
وَنہ چھا ہیَ کُوکأتی — یاہو سے مے ترأو
اللہ ہو چھ تیأری — مے تراو پأری زان
باغچی ہیَ گلاب ہتأری — باغوأن گوڈ ژ سے بُھری یے
لنجہ چانہِ مُشک بُھرِ بُھری — مے تراو پأری زان
دِیتھم تیر دأرِ دأری — سیرہ سان ژٲم بدنس
جگرس وُنہِ چھم لأری — مے تراو پأری زان
گمُہ ہژرہ بمُہ چھانہِ کأری — رمہ اکہِ ھاو دیدار
جمعہ شاہ چھوی ونان زأری — مے تراو پأری زان

گریس سُند گھرہ
(رزاق بٹ)

ایکٹ ۱ سین ۴

(کورِ مالِ سُند محلہ۔ اذان رزاق بٹن یار جوراہ۔ اکِس گاسہ بور کمبرس پیٹھ تہ بیکس فیکس پیٹھ اننگا")

سدیق ماگرے۔ (پکان پکانی بیکس کُن) اہن سہ مِتہ چھُو وَنان رزاق بٹ پرسہ پیٹھ ژہ کرتہ ہمتھا تہ فلان جایہ رَٹھتہ میانہِ ناپہ نم۔ مگر سو یتھ جایہ چھُو ونان مہ گژھن تتہ آس اسہ دون بارِن پینہِ نس بچوس بجای ژھانڈنہِ مصلحت آمژ۔ اُتھ چھُو فیرہ آمت۔ خیر رزاق بٹس سئت ژھین دُمرہ ہنزہ اُچھ۔

ملہ گگہ۔ (پکان پکان زیٹھراونھ) آ.... دہ..... سہ۔ تلہ گو نامہ وُنکتام سیکہِ نئِل تہ وِشرنہ سابن۔ بو اوسُس دِلہ منزِ سونچان ژہ ونہ ناوکتھ تہ رزاق بٹ اکِتھ کُن تھاوِت پننہِ نس بچوس یا بائی سُندِہ خیطرِ۔ مگر اکھ چھُو پُوتس تہِ پوناہ زامت۔

صدیق ماگرے۔ (البانگہ درسہ ہیورکُن کہِتھ) فرِہ ژوُرس دارہ کُنڈ لور۔ تلہ کرا بو ژہ کِنہ پانس کِنہ رزاق بٹس منزم یارز۔

ملہ گگہ۔ بی چھینہ ژہ دُنیہ ہنز خبر۔ ائس چھ دونوے بُل بیگ۔ رزاق بٹن بانی کار چھُو فتح نوان۔ تس بوزُم کورِہ مالِ چھُو ناہر۔ فول تھوومت اَکسں منز۔ منزِ چھُو اسہ بُلِ وُزلہِ کِنہ ژوپاہ کڑان۔

صدیق ماگرے۔ (زیٹھراونھ) رتیہ! تلہ چھُو وُنت استادن زنگیُ تھاوُن نہر۔.... اگہ رزاق بٹس فتح لونہ نہِ دَ ننے سیزر گو تہ بہتر ورنہ وُ چھو تمہ پتہ کیا کرِہ خدا۔.... پہ بازہ اکھ گژھت ہنہِ نا اسہِ نیٹھرئی شئرِین۔

ملہ گگہ۔ (رووِشت زن) گونا دون ورین گو تلہ مہ آب مندہ نوُی ہاہل۔ مہ چھُو وعدہ اگہ ژہ پیت پیٹھ

رزاق بٹس دمہ نہ زانہہ اَتھ وَتھ پانس مقابلہ۔

صدیق ماگرے۔ (زچھرہ سان ہیچھناوان ہیچھناوان) ژہ بوزہیون۔ رزاق بٹس جواب نَنہ نہ بوتھوٹی سون شور کرُن گو واٗس نادہ سٟیل۔ کرکھ تس اقرار نہ لاگتہ مُتلہ ییتھ کُن خوش گژھی۔ اگر انکار کرو ہس تلہ چھے وَتے موکجہ۔ پَت گو اگر مہ ہیرہ ہیرہ فژالی کرِ بو مہ چھوٗ تتہ منظور تکیازہ بو ہیکنہ تہہ دونوٗن سیٹ اکھ ژٹت۔

ملہ گگہ۔ (خوش گژھت) یِی چھا وعدہ؟.... (حیرانی سان) اومہ پیوٗ یاد۔ مہ چھونہ پیرس پرژھمتوٗی وُنہ یہ آنچار کھیا حقُن کینہ نہ۔

صدیق ماگرے۔ (جل جل) نان گیوٗی ایر نتہ وَنُن گنژ گژ ییرد۔ تس پرژھنہ بغیر خبر کیا آسِہی ڈیشنہ.... بوتہ چھوٗ سے وعدہ کران بو اَتھ سے نہ اَتھ تلیرہ آلس منز ڈُنِ۔ مگر ژہ مہ کھیہ توت۔ صبرس چھے مزٗورِ۔

(دٗورہ پوان فتح لون تہ کورِہ مول کورہ مالِئُندہ گھرہ نیران بوزنہ)

وُچھتہ آخر زمانہ۔ یہنزٗی کتھ کران تیٚے چھہ بکان یُورِ یکھ تیز پکھن۔ ییتھنہ یمن گژھو نظرہ (یہ وَنِھنہ تہ بوزِت چھہ دونوٗے اکِہ طرفہ "خرگھنے پیاؤ خر کھاؤ ناؤ" ونان ونان نیران۔ یموبتہ چھوٗ فتح لون تہ کورِہ مول کتھ کران کران اژان)

کورِہ مول (فتح لونس کُن) اہن سہ براندہ کُن گژھہ آسُن دُر۔ یم کتھ ماچھہ اُنزراونہ پوان اَتھو پیٹھ۔ بیٚہ چھہ میان شُرہیارُن ماٚمن۔ شُرِن ہندین ماٚمن تہ تہنزہ ماجہ ہندین ماٚمن ہندہ اختیارہ۔ تِم یلہِ آنکارا کرن تمہ پتہ چھیہ مانزہ بوٗی۔ تِمن نہ چھوٗ پرژھُن مگر فلحال وَنتہ مہ تس کیا صورت چھہ؟

فتح لون۔ یمہ دوہہ بو آسے ژہ ہُمُم دار فقہ رٹی دوہہ وژھیاؤ اَتھ کتھ پَن۔ اَتھ کیا چھُو پرژھُن۔ آخر پرون رشتے چھُو پانہ وانِ۔ تُوہ زانیوٗک تِم تہ تِم زانَن تہہ اَتھ چھہ بِل پزہ تلِ

زالان۔ یہ زَن بدلیاو سمسار ورنہ اکہ دوہہ آسیو اَکی نالہ زُٹ کڈان۔ پرأن پرانان تہ نوِ نوان۔ چھیہ یاد سو کسہ کالی ہندہ وَری کِتھ کنۍ ادس چون جنت گار مول تہ سو یکہ وٹہ تچھ نچھ کران۔ پرتھ دریہ زراتس بأچ وُتھ کران۔ سو کُس ہِمہس اکہ اکس ڈکہ روزان۔ کوت گو سُو زمانہ!

کورِ مول۔ (آوشنہ ییتھ) اَہن سہ تمی روزنہ ہم اُچھ۔ شگفتہ ہنز رگہ نیہ نکھ زُٹت۔ مہ چھہ وُنہِ سوی پرانی نظر۔

فتح بون۔ (اشارہ لبت) تیلہِ گو ناہی توہ بستہ کرِہ مینگن بستہ تہ کوم اَنو انجام۔ یتھ زَن بیہ پرون رِشتہ زندہ گژھ ..... پت گیہ صورت۔ مہ چھوِ وُنکتام تمام کتھن دل وُچھت شایہ چھینہ کانہہ کتھا۔ یتھ نہ پن وُتھ۔ اگہ ژہ صرف جاداوی وُچھن چھی۔ تلہ وُتھتہ یانہ۔ ژہ کہند وٹھاک چھی۔ پت گو اگر مہ پیٹھ پژھہ روزی بوزنہ یو دئے۔ گبہ ترہ ژور۔ گاڈ اکھ۔ وُژ اکھ۔ داندہ ہورا۔ پتلہ اکھ۔ دیچہ ہنا اکھ۔ ژادر۔ ژادرِہ یچہ جوراہ۔ پرائین ہندی خیرات سماوار ہنا۔ لیف کرنکھ خیالہ چھس بوہس کپس تہ وومُژ۔ فُٹ ہنہ ژونبرہ۔ خام عیال آسکہ سببہ نسہ فبیاونہ کنہہ۔ نتہ ادس تمن اکہ وقتہ دوہ لگان پوتہ رٹان تہ رات ٹھول ٹلان۔ بیہ کیا گژھہ آشن گریس گھرس ..... امہ علاوہ کھیوٹہ وول۔ اسامہ وول۔ ژھٹوی بوزگامہ ہنزہ پنز زیور تہ پرتیتہ وول ..... مہ چھوِ یہ اکہ وُہم ہیُر کھ۔ صدیق ماگرے۔ آخون صٔب تہ مقدم وانمت آسنے ژہ اَلگی اَلگی۔ ژہ چھوی کورِہ کرہ نوی گنہ نتہ گنہ جایہ۔ دہن کتھن وَنتم گنی کتھاہ۔ ژہ چھیہ خواہش کنہ مہ چھہ تلِ بیزار پھلان۔

کورِ مول۔ اَدہ سہ دُچھوِ اُمی تہ کرو یانہ واَن مصلحتھا۔ چون گژھہ بوڈ دوہا کرتھ ہیرِین۔ اِس پژھو یکنہ برادری۔ بیہ کورِ ہنزہ پوفہ۔ ماسہ۔ تیچینہ۔ چون تہ گژھہ یمن نِشہ کم دأنتھ [illegible] ووین گژھیک کورِ مول کُس ہُون چھو۔ یہ کریو تہ کریو توہی۔ تتھ تھاد مُنڈس

پیٹھہٕ گردن - مگر یمن نشہ گژھہ بڈٕ دوہہ بردنہٕ گژھن - بیہ پوتُس پت - وانٹس پھو
دُنقان وُشنِسٕی دیل -

فتح لون - (اُمیدواری سان) اَہنسہ اگر یمو منزہ کینسہ کنس کوٚش یادول دیُت یا ژیوٹھ
تارِنجاہ تھوو تیلہ ؟

کورہ مول - لَو نا آخر چھُو نمس تہ مازہ سی واٹھ - ژہ اننہ کانہہ جواباہ پتہ بوزہ خدایس کیا آسہ
کرُن تہ یژھن - (یہ بوزِت چھُو فتح لون سلا مکرِت نیبر نیران - کورِہ مول چھُو کورِہ ماجہ آلو
دِوان -)

کوٗرِ گیہ بالغ تہ گزارا تہٕ چھُنہ کنہہ - مگر بیاکھ وری کرانس تہ چھینہ وژنا - پرون زمانہ رودنہ
سارنی ژاہی تہ سارنی زِتن - (کورہ موج پوان برونہہ کُن) تلَے بوزکھنا یوہس کرہ ہو کنہ اُمس
کورِہ آسُن پننہ گنڈہ داٹھ - لوک اے پوان چھِہ - آخر وُنِ کُس جواب وَنو یمن - اَتھ اندر تہ
پہ تہ حمد اورے چھِہ وُنکنس پوان -

کورہ موج - (کتھہ ژٹِت) اِیت پترکھ یِم دِن تیوُت چھُہ کورِہ ہڈہ ہران - وِتہ گنش حالس - دُپہ
چھافلانِ سُنزہ کورِہ کھوتہ میانِ کوٗر بڑا - غفارُن مرُن مِہ چھِہ پوان بوزنہ وُنہ سو دودی چوان
پہ اوسُس رحتقاہ تہ نیرِتھ گیہ - نتہ امسنزہ کھرہ یم کورِہ چھِہ تم اَے چھِہ وُنہ بتہ دارے کران
دوپہرس وُنقان تہ کریژ کڈان -

کورہ مول - (نا اُمیدہیو گژھِت) تلَے بوزتہ اَمس ہیے تُل خدایِن دَش - کرو ژوٹ دوٹھ - بیہ یمنی
ہو اُمسی لاگو بجائے پنژاہ ہیموک شیٹھ ژھنو کلہ پیٹھ بور والِت -

کورہ موج - (کتھہ ژٹِت) موکہ لیاکھ وَنتھ کینہ نہ ؟

کورہ مول - اَہتِن بو اوسے دَنان اسہ تہ چھُو طمع سٹھاہ - خبر کُس مرہ کُس لسہ - بجتہ چھُہ گژھان
دوہہ کھوتہ دوہہ بترُی - دِیہو یوہسک وری چھُو ناکارہ تہ بردہ نہاکُن آسہ جان وُ ... ہ - تمہ گیہ ...

نِش وِیرِن ٹھنگ ژھانڈن۔

کورِ موج۔ (جل جل) آسے ژِہ چار۔ ژہ چھوک ہِنٛکھِی تنٛڈی کِھوان۔ دَم دِہ وُچھ وُتھِہ کَتہ بِہِہ کتہ۔ آخر یہِ چھہٕ وُتہرِ ہنز گندہ گنڈ کتھ منز چھہ نیران کُوتھ۔ شُبرِمن ٹیپ ٹاپن کیاہ کرِو گھرِ کِٮ۪ن اندرِمن اوراتن ہنز گژھہ آسن خبر پتہ گو آسکارادِمن۔

کورِ مول۔ (وُشاترادِتھ) اگر نہ لہادہ تچھہ تچھہ کرِہ نہ بیٛت تہ ہَس دُوگ دِین گیہ حاصل تیلہِ وُنزہ اَم کیا دنیاوٕ۔۔۔۔ (سوچاکرِتھ) خبر سو صدہ ماگرے نہ آخرن آیا وہ کوم کرِتھ کینہ نہ۔

کورِ موج۔ تمن ووت پہرا اکہ پہ اران کھلس منز۔ (اَمُسنز کتھ بوزتھی چھو کورِ مول نیران زنانہ چھس بیکہِ طرفہ گھرہٕ کِن نیران۔

ایکٹ ۱
سین ۵

(رزاق بٹن گھرہ - اژان رزاق بٹ تہ صدیق ماگرے کتھ کران کران)

صدیق ماگرے۔ (کلہ گِلوان گِلوان) نسہ بواُژے نہ اَتھہ منز۔ تِتھے کیا نھاوِے واجہ سان اَتھہ پیٹھہ۔

رزاق بت۔ (حیران گژھت) نسہ آخر ژہ کم دُشمنن چھنے کن بُرِت آزہ۔ یوہ تان اوسک دیاپن وُچھو وُچھوا ژھوک عین موقعہ وِزہ نِوان ہیر کرِٹ۔

صدیق ماگرے۔ مہ کیا سہ چھنہ دون کھرادن لُنتہ تگان تھاوُن۔ ژھوٹی بوزمہ گژھہ دُشمن داری۔
(تان ہیوان نیرُن)

رزاق بٹ۔ اہن سہ توتہِ ژلان کیا ژہ چھوک؟

صدیق ماگرے۔ (جل جل) مِہ کیا سہ چھُہ اَز پٹوارِس رس رنیُن۔ پتہ گژھیم ژیر تہ پنُم کہن الن بہٕ اَلہ موصول دِتہ۔ (یہِ دَنان وَنانی چھُو نیران)

رزاق بٹ۔ (دندس تل اَنٛگج ژھنت) کیاہتان نیول وُزُل چھُم پِوان بوزنہ۔ لکن ہند شُر والِم پِنہ رنیو اَتھو نکھہ۔ مگر میانٕ والِنہ کانہہ اصلی پنہ وُڈہ کُس ہکہ مَس کاُیت۔ (اژان گھروا جُم تہ رحیم)

گھرواجن۔ (بانچرہ ہئش) اسہ کور کتھ واش واش تہٕ دُشمنن گیہ خبر۔ کورِ موج اُس یوٗہ تان آنکارس
اَزٕ وُنمَ اَکِہ نزبہ سُو چھَہ روگہ روگے وُچھان۔ خبر ہمسایَن ما آسہ پروَن دوٗ۔ وَقتِ آمُت یا
فتح لوٗنی ما آسہ کھن تراوان یا گامہ نزِ ٹھہ ما آسَن تمن کَن بُرِمت۔

رزاق بٹ۔ (سوٗنچھا کرِتھ) مِہ اوس موٗل جنتی وَنان کورِ گوبرِہ سُنز کتھ کران ہبا چھَہ ہتس صرفہ
آلس اَتھہ تراوُن پیوان۔ یلہِ تمو ٹوٗپوٗ انسان بچہ تلیہ چھُو یِوان کھاندر کرنہ۔ وُنہ اوس مِہ
ہتس قبلس نَمہ نئے تہ ژہ لجُھم پتہ ورِدَنس تہ مصالس۔ گامس گو شہرہ۔ بلاہی ژُھننس وُوٗنِ
ژَچیام پننِ ہٹِر... مگر... سونرس کیاہ کرُ... زرانچ وُجارِہی وُچھت چھُو سُو یمن چاراین
اُکس دوٗنِ ہیٹھ نظر تھاوِت۔ .... وُڈ وول تراوِنہ یوٗہ ہُش کترِ یہِ بانہ تانِ۔ تانِ اگر تحصیلدار
آدٕ دورس گگر کانِ سُنز کسر کرِتھ سُوہی... مِہ چھَہ نَٹھ اگر کھاندرس سیزر گوٗ۔ یُسنہ مِہ حال
بوزنئے ریوان چھُو!۔ اسہ ما پیہ وتہ ہیٹھ ژوٗل کرِنِ تکیازہ قسط ماگ کرِتھ کھیمت چھُمت نسنہ
رکن.... لوکہ کران پٹوارِس ہیٹھے تحصیلدارس تانِ خدمتھاہ تہ بچان مجوزہ نش ہیہ لکھناوان
پانس پانی مار تہ خشک مار.... میانِ کوٗ کرِ یُتِ زہ ژور یا روپیہ شہ سَت کوٗسہ خدمت گیہ...
بہ چھُس اَتھہ گرِ دابس منز بیرہ تانِ آیہ ہم ژہ بیا کھہ وَندہ منز رہیتھ۔ تَمنے اَس زہی ژوٗرکیے
دُشمن وُنِ بنَن کھاندرہ سبیہ کنہِ تلنک کِمُ تان......۔

گھرواجن۔ (چارِیت) ژہ اوسُوی ہمیشہ بُتھِس بوم سُہ کوٗت ژلی۔ آخر ازنہ پگاہ تہ یمن شُرِین
ہنز کتھ کرنی اَس۔ دچھن کھوٗوُر ژدٹ ووٹ تہ کرِنی اُس۔ دُشمنن ہنز خیرخواہی تہٕ ہنی آسہ
رحم۔ (ماجہ نش اشارہ لبتھ) مہا یوز بَبا پٹوارِ یا چکدار کرِ گُلِ اشی ٹنڈس اسہ خلاف رجسٹری۔
مقدمہ لکھناوِہ اسہ خلاف شادی صغرسنی ہیونٕد رپورٹ۔ تمنے کنہِ معتبر تہ تسند تشدد کرِہ
کِنہہ ننہ کِنہہ وارداتھاہ۔

رزاق بٹ۔ تمے لانج کیاسہ آسہم اُچھن بروٗنٹھ کنہِ نہ خاندرک ناوٗ اوسُسنہ ہیوان۔ پرٛژھنہ

ماجِ پٔنٕنہِ ۔ سہ چھےٚ یِوان بچھنہٕ وُنے آسہم گرٕٹس تل پھس تان تھاوہ ہا کھاندرہِ بچہٕ نٔلی ۔

(اژان فتح لون ژاسا کران کران تہٕ رحیم اکِتھ کُن بہان)

فتح لون ۔ (اژہ وُنوی) مُبارک ۔ مُبارک ۔ ظہرا زیٖنۍ ہال ۔ از تروٕ مس سوروی بُچھپہ بروٕ ہکن ژہ خدا یاری کرنے ۔ مگر تُہنز گھر واجن دٕچھم اُندری وُپان ہش ۔ بونہٕ چھُس ہِنن کیٚن ہول گُنڈتھی ۔ یوت تان پٔلیٖم توٚت تانِ چھوٚسُس پتے ۔ مگر کورِ مٲلِ سُندِ وَننہ تلہٕ ترٕم نِکرِ نور چھِہ واریاہ گژھان کھَن نزاوِنہٕ ژکیازہ سُو چھُو مہ رتمےٚ کِتھہ پھِر پھِر پرِ ژھان یمن مہ ہیتہِ رَفرِ دَل دِمُت چھُو ۔

گھر واجن ۔ اہن چُھ دُشمنن کنہِ رُٹ اکھ ۔ بانہٕ ہتس دیزِ ٹھانڈہ ہت اَسہٕ ہتس کیا دیزہ . . . اَدہ چُھ از کیا پرِزنے بیہ ... ژانگِ نارہ کرِ پَٹ ٹیپہ ٹنک ما پرِژھنےٚ کِنہہ ۔

رحیم ۔ (کِتھِ منز کتھ تراوِتھ) تلا ژھوپہ کرُ تو رہا چھُو پانہٕ تَس یِہ سوروی خانہ جاداد بوٚمُت یہ کیا وَنہٕ ہس ۔

فتح لون ۔ شیطانہ سُندِ کَنہ زُر ۔ مہ ہسہ دِژ تَس تراہہ بانن تہ چاروٲین ہنز بیتہ پیٹھ ہور تانِ نمت ۔ تہ کرِتھ دِتنہ تِمہٕ پتم جوابا .... وُنِ چھہ مہ بہ نیہ سہرہ بین ییٚرنِ ۔ ماہہ ہتس تہ اَکھ کیا دِپان رشتہ دار ہتس اکِس نُمن ۔ اگر تمو ژہ خدا یاری کرٕنے جواب کروٕ ۔ تیلہ تہٕ چھُم اُمید تِکیازِہ کورِ مٲلِ دِپو اکھ کیا دِپان نمس تہ مازہ سٕی چھُو واٹھ ۔ جواب اَنِتھ بوٚزو خدا ایس کیا آسہِ کرُن ۔ تیٚرے چھُم اُمید شائد سِزہ نۍ ماگِژھ ۔ تو کرو مو مُبارک ۔

(تانِ اژان گامہ ملہ بہہ ترک دستارِ گنڈِتھ)

ملہ ۔ (اژہ وُنوی) کیاسہ معاملہ چھُو مبارک بادی ہُند فتح لونا ۔ شاید آسیو اہس لڑکہ سُندِ کارِ خیرُچ کتھ کران ۔

گھر واجن ۔ اہن حضن تہ ہندِ دای خیرہ لگس آب ترہ نِہ فتح جو چھُو اژہ باشہ ہشہ کران ۔ مگر

دُشمن تہٕ چھنہٕ بہٕت کینہہ۔

ملہٕ۔ دُشمن کمہٕ چھوہ پنہٕ نیوٕ سوای۔ بوتہٕ چھُس پنن کن ہمتُل تُلتھی دِوہ لگِنا یہ ناوٕ بہٕتھُس از عزِچ چائے چیہٕ مہٕ تتی۔ یتی ژکہ وارا دِوان چھُس تتی چھُو جادہ پہٕ ٹرٛان۔ خیر فِلحال اَنتھٕ کاٹھ مانگے۔ گاسہ مانگے۔ تیل مانگے۔ مونگہٕ مانگے تہٕ بیہ باقی چیزن ہنز مانگے۔ ننہٕ ننہٕ روزہ نوہ وَریہ چھ نمازہ تہٕ روزہ الانزے۔ بیہ چھُو پیوٕمُت آخون بایہ کوکرٕ رسَس ٹک تمہٕ کرنو شکایت دِپُن خادمن چھُو پُرتھُن ہُند حِصہ مُشتھی گمُت (رحمس کُن) تلا رحمہ بانہ گُٹھہٕ پُتمہٕ لبہٕ سیُٹ بانہ طشترٕ تل بُس تلم رلِتھ چھے تمہٕ منزہ کڑتہ سوا اہرہ لشہ ہن پوسہ مہٕ سونتہ چانہٕ ماجہ لشہ بطور امانت تھاوُ مُژ آس۔ (رحیم نیران بانہ گُٹھ کُن ملہٕ اُمسی کُن وُچھت) پتہٕ گیہٕ بیا کُھ کتھ تتھ چھُو مالِ چانِ ہرٕ سُیت لفظ کرٕمُت مہٕ رٕتہٕ جورہ پُٹ تہٕ آخون بایہ کیُت ہیرہٕ بون پوشاک۔ وُچھو۔

رزاق بٹ۔ (کتھِ منز کتھ تراوِت) توہہ حضن چھُو میارِنس زوس اختیار۔ زُودہ سے زندہ تہٕ اچھن ہنزہ گاشہ کرہٕ وعدہ پورہ .... مگر حال چھُم یِوان چھوت تہٕ کرہٕ نوی بوزنہ۔ کورہ مول چھُو زنانہٕ ہُندہ بندہ شو چھُس نِنتھہٕ پُتھ نژہ نادان۔ ہاں اگر توہہ ہول گنڈِو دِیوہ اندہ کانہہ کتھا.... ننہٕ دِنہ دُشمن اَللہ کوندہٕ کھسنے۔

ملہٕ۔ مے وَنو مے رزاق بٹا بوتہٕ ہا چھُس زیرہٕ ہن زیرہٕ ہن دِوان۔ بیہ گژھن پیر حضرات وسالت کرُن تیلہٕ کیاہ کرن دُشمن۔

گھر واجن۔ (کتھ ژٹت) شو تہند تعویذہ شریف حضن تھاوِ یاوٕ مہٕ کینہ تل۔ بیہ تہندِس پیرہ سُندِس تعویذس گنجیام سبز دَبِج تہٕ تھاوہ نادِیام کوبس گُلش الوند۔

رحیم۔ ہا تقدیرا اسہٕ چلِن تعویذہ تہٕ ننہٕ۔

رزاق بٹ۔ (کتھ ژٹت) ژھوپہ کرُ ڈلِمتہٕ۔ مہٕ چھُم پانہٕ وُچھمت تعویذن ہُند کمال۔ بیہ وُنی چھا جانٛز

ملہٕ۔ مے ژہ وَنیا مے تمی دوہہ یمہٕ دوہہ یہ مُدرس ترٛووتھن۔ بیہ ہسہ ڈلی چھیہ گژھان میانِ کتھہ سرہ۔

5
12/65

رزاق بٹ۔ (شرارتہ سان) ہا خدایس پتھ حعن کرن مکہِ اگر دوبارہ بُوزمس تعویزس ونان کِنہہ ٹِھٹھس لایس زن ژِھنس ککۂ۔ بیہ ژُھنس یمہ کِتابہ ژِتابہ گجِہ (رحیم زلان نیبر)

گھرواجن۔ (منزہ پیتھ) ہتا اُمہِ بچارن کیا ڈن۔ژُہ شوُریوہ۔ تکھدیرُی چھُو سورُوی ازل نِے آسِہ سائنس کُٹس تتہِ اسمان کُس کھسِہ ہرکرہ یہ۔

ملہ۔ بۂ دِی ژہ کیاہ زانکھ یِمن مدرسن منز کیاہ چھِہ ہیچھان لڑکہ۔ پرانِ تعلیم کوسہ آب حیات اُس ازکِنُن مدرسن آس تہ مردی زنانہ بنان۔ مگر کورِ مدرسن منز چھِہ کورِ مرد بنان خیر یہ کتھا ترِاوتہ۔ ژہ اَنتہ یہ ملنگے میانِ۔ (گھرواجن نیران نیبر" ادہ حعن" ونان ونان)

رزاق بٹ۔ ایر تہ گُنگ حعن سوزَے وُنی۔ باقی انشاء اللہ پگاہ۔ میانِ کتھ تھاوِو یادی۔

فتح لون۔ (جل جل) نسہ آخون صٔبنِ خدمت گژھہ کرِن پُور۔ کورِ ماجہ نِشہ داتن اُمسُندِی اکھہ

رزاق بٹ۔ وَلہ سہ خدایس نِش چھُس مزور۔ سانِ خدمت گیہ بُجبہ ہُند سُترہ کون۔

(رحیم کران نیبرہ کلس کریکھ تہ کلہ ہیوان وُتھن۔) ... رحیا آخون صٔیبس ہا نیبرزہ سیتھ۔ یُتھنا ہوُن وُتھس۔ (کلس کِن یان ہیوان سُو نیرُن) اُکھہِ حعن اوخن صیباہ پگاہ اُوہ مُردن فانتے دِنہِ چایہ وقتہ پُورِ۔

ملہ۔ (نیران نیران) وُچھو خداین کتہِ آسن رزقہ دانہ چھکہ مُت۔ (یہ ونِت چھُو ملنگے رٹِنہ نیران)

رزاق بٹ۔ فتح لونا خبر یہ کھاندر ماپیہِ بُہن آنن گور دالِ پاو۔ اوخن چھُو یُوہس تمن چیزن ہنز مانگےُ تہِ منگان تمن نہ زانہہ سرہ ہیو۔ جواب کرنس تہِ چھنہ دارا۔ مگر یہتی آٹھ ئت وان اگر کُوچھ پے تتہِ پیہ نماز۔

فتح لون۔ یِمن نخرچن پیٹھ چھا سہ لالہ گژھن۔ مگر مہ اوس طمع یہ کھن تراون وول گژھم یمکھن بُوزِتھس لایہ ہمس تھوکھاہ۔

رزاق بٹ۔ وولسہ مہ اوس وُومت کیا ہتام نہ لونان چھُس کیاہتام۔ از بوزِتہ ڈمس سبت چھی نمکا خیرسون تہِ چھُو خدا ... وُلسہ حال دِمو نظراہ نیبر کُن۔ (یہ بُوزِتھ چھِہ نیران دوشوی گامس منز)